ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور پاکستان

بانی: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

چیف ایڈیٹر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

19
28

ارشادات حضرت صدیق اکبرؓ

عبد الرشید انصاری

جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو، جو تمہارے پاس بھیڑوں کے لباس میں آتے ہیں۔ مگر باطن میں بھیڑیے ہیں۔ ان کے اعمال سے تم انہیں پہچان لوگے۔ کیا وہ جھاڑیوں سے انگور، اونٹ کٹاروں سے انجیر حاصل کر سکتے ہیں؟ ——

وہ علماء حق تعالیٰ کے دشمن ہیں جو امراء کے پاس جاتے ہیں۔ اور وہ امراء حق تعالیٰ کے دوست ہیں جو علماء کے پاس آتے ہیں۔

جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی معاملہ تم بھی ان کیساتھ کرو، کیوں کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات یہی ہیں۔ اور رضائے الٰہی کے حصول کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

مومن کیلئے اتنا علم کافی ہے کہ وہ خدائے ذوالجلال سے ڈرتا رہے۔

علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال کفار، فرعون و قارون وغیرہ کی۔

عورتوں کو سونے کی سرخی اور زعفران کی زردی نے ہلاک کر رکھا ہے۔

علم بغیر عمل کے عقیم و بیکار ہے اور عمل بغیر علم کے سقیم و بیمار۔

میری نصیحت قبول کرنیوالا دل موت سے زیادہ کسی کو محبوب نہ رکھے۔

فی شمارہ ۴۰ پیسے

۱۱ ذیقعدہ سنہ ۱۳۹۳ھ
۷ دسمبر سنہ ۱۹۷۳ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان غربی

جلد نمبر ۱۹
شمارہ نمبر ۲۸

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ قَالَ نَظَرْتُ إِلَى أَقْدَامِ الْمُشْرِكِينَ عَلَى رُءُوسِنَا وَنَحْنُ فِي الْغَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ إِلَى قَدَمِهِ أَبْصَرَنَا فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا۔ (متفق علیہ)

انس بن مالک کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے (ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے غار میں چھپنے کا حال بیان کیا اور کہا) کہ میں نے غار کے اوپر کی جانب دیکھا تو مجھ کو مشرکوں کے قدم نظر آئے۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ان میں سے کسی ایک کی نظر بھی اپنے قدموں پر پڑ گئی تو ہم کو دیکھ لے گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ! تمہارا خیال ان دو شخصوں کی نسبت کیا ہے جن کا تیسرا ساتھی خدا ہے۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ حَدِّثْنِي كَيْفَ صَنَعْتُمَا حِينَ سَرَيْتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَمِنَ الْغَدِ حَتَّى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ وَخَلَا الطَّرِيقُ لَا يَمُرُّ فِيهِ أَحَدٌ فَرُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِيلَةٌ لَهَا ظِلٌّ لَمْ يَأْتِ عَلَيْهَا الشَّمْسُ فَنَزَلْنَا عِنْدَهَا وَسَوَّيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَانًا بِيَدِي يَنَامُ عَلَيْهِ وَبَسَطْتُ عَلَيْهِ فَرْوَةً وَقُلْتُ نَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَنْفُضُ مَا حَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ أَنْفُضُ مَا حَوْلَهُ فَإِذَا أَنَا بِرَاعٍ مُقْبِلٍ قُلْتُ أَفِي غَنَمِكَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ أَفَتَحْلُبُ قَالَ نَعَمْ فَأَخَذَ شَاةً فَحَلَبَ فِي قَعْبٍ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ وَمَعِي إِدَاوَةٌ حَمَلْتُهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْتَوِي فِيهَا يَشْرَبُ وَيَتَوَضَّأُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُ فَوَافَقْتُهُ حَتَّى اسْتَيْقَظَ فَصَبَبْتُ مِنَ الْمَاءِ عَلَى اللَّبَنِ حَتَّى بَرَدَ أَسْفَلُهُ فَقُلْتُ اشْرَبْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيتُ ثُمَّ قَالَ أَلَمْ يَأْنِ لِلرَّحِيلِ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَارْتَحَلْنَا بَعْدَ مَا مَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ فَقُلْتُ أُتِينَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِهِ فَرَسُهُ إِلَى بَطْنِهَا فِي جَلَدٍ مِنَ الْأَرْضِ فَقَالَ إِنِّي أُرَاكُمَا دَعَوْتُمَا عَلَيَّ فَادْعُوَا لِي فَاللّٰهُ لَكُمَا أَنْ أَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا فَجَعَلَ لَا يَلْقَى أَحَدًا إِلَّا قَالَ كُفِيتُمْ مَا هُنَا فَلَا يَلْقَى أَحَدًا إِلَّا رَدَّهُ۔ (متفق علیہ)

براء بن عازبؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہا۔ اے ابوبکرؓ! جب تم رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر کے چلے تھے تو تم نے کیا کیا؟ ابوبکرؓ نے کہا (غار سے نکل کر) ہم ساری رات چلے۔ اور دوسرے دن بھی آدھے دن سفر کرتے رہے۔ جب دوپہر ہو گئی اور آفتاب ٹھہر گیا اور راستہ خالی ہو گیا تو ہم کو ایک پتھر نظر آیا۔ بہت لمبا جس کے نیچے سایہ تھا اور آفتاب اس پر نہ آیا تھا۔ ہم اس کے پاس اتر پڑے۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے ہاتھوں سے ایک جگہ صاف و ہموار کی تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سو رہیں۔ پھر میں نے پوستین بچھایا اور عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ سو رہیے میں ادھر اُدھر دیکھتا رہوں گا۔ اور آپؐ کی حفاظت کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور میں وہاں سے اٹھا۔ تاکہ ادھر اُدھر دیکھتا رہوں اور آپؐ کی حفاظت کروں۔ ناگہاں میں نے ایک چرواہے کو دیکھا جو ادھر چلا آ رہا تھا میں نے اس سے پوچھا۔ کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اُس نے کہا۔ ہاں ہے۔ میں نے کہا۔ کیا تو دودھ دوہے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ یہ کہہ کر اس نے ایک بکری کو پکڑ لیا اور لکڑی کے پیالے میں تھوڑا سا دودھ دوہ دیا۔ میرے پاس ایک چھاگل تھی۔ جس میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی بھر رکھا تھا۔ جس کو آپ پیتے بھی تھے اور اس سے وضو بھی فرماتے تھے۔ میں واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے۔ میں نے جگانا مناسب نہ جانا اور خود بھی سو رہا۔ یہاں تک کہ آپؐ خود بیدار ہوئے

میں نے دودھ میں تھوڑا سا پانی ملایا اور وہ ٹھنڈا ہو گیا اور پھر عرض کیا۔ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! پی لیجئے۔ آپؐ نے پی لیا۔ اور میں بہت خوش ہوا۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ کیا کوچ کا وقت نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں وقت آ گیا۔ چنانچہ دن ڈھلے ہم نے کوچ کیا۔ اور ہمارے پیچھے سراقہ بن مالک آیا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دشمن آ گیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کے لیے بددعا کی۔ سراقہ کا گھوڑا پیٹ تک سراقہ کو لے کر زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے کہا۔ میں جانتا ہوں تم دونوں نے میرے لیے بددعا کی ہے۔ تم میری نجات و خلاصی کی دعا کرو۔ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں کفار کو تمہارا پیچھا کرنے سے روک دونگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا کی اور وہ نجات پا گیا اور پھر جو شخص سراقہ کو راستہ میں ملا۔ اس سے کہہ دیا تمہارے لیے میرا تجسس کافی ہے ادھر وہ شخص نہیں ہے۔ اس شخص کو جو شخص بھی ملا اس نے اس کو یہی کہہ کر واپس کر دیا۔

چند اعمال صالحہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی۔

۱۔ جمعہ کے دن غسل کیا کرو (۲) نماز جمعہ کے لیے بہت سویرے جایا کرو (۳) مسجد کے اندر لغو اور بے مقصد کلام سے بچتے رہا کرو (۴) ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرو (۵) صبح کی سنتیں ہر حال میں ادا کیا کرو۔ ——— حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ اعمال صالحہ میرے لیے مخصوص ہیں یا میں ان کی تبلیغ اور اشاعت بھی کروں۔ تو حضورؐ نے ان کی تبلیغ کی اجازت فرما دی۔

بقیہ: مطبوعات جدیدہ

حکیم مولوی محمد عبداللہ صاحب کے ان کتابچوں سے استفادہ فرمایا ہے لیکن اس کا اعتراف نہیں فرمایا۔

ہمارے خیال میں حکیم نور احمد صاحب کے یہ مضامین روزانہ اخباری کالم کی حد تک تو درست ہیں لیکن انہیں کتابی صورت میں شائع کرنے کے لیے جڑی بوٹی پھل یا پودے پر مفصل معلومات سے لبریز کرنا ضروری ہے۔

بہرصورت موصوف کے صاحبزادگان کی یہ کوشش لائق تحسین ہے کہ انہوں نے اپنے والد بزرگوار کے طبی کالموں کو یکجا کر کے ایک یادگار کے طور پر محفوظ فرمایا ہے۔



خدام الدین

۷ دسمبر ۱۹۷۳ء
۱۱ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

جلد ۱۹ شمارہ ۲۰

مندرجات

چیف ایڈیٹر

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور

اب خوراک بند کر دی جائیگی

امریکہ کی نئی دھمکی

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

الجزیرہ میں منعقد ہونے والی سہ روزہ عرب سربراہی کانفرنس ۲۸ نومبر کی رات کو بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔ سامراجی پراپیگنڈا بازوں کی پوری کوشش اور خواہش رہی ہے کہ اس کانفرنس میں عرب کوئی متفقہ فیصلہ نہ کر پائیں اور چوتھی عرب اسرائیل جنگ سے انہیں دوسری سیاسی اور جنگی کامیابیوں کے علاوہ باہمی اتحاد کی جو نعمت نصیب ہوئی ہے اس سے وہ محروم ہو جائیں ——

لیکن عرب سربراہان مملکت مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے امریکی اور یورپی سامراج کی سازشوں اور خواہشوں کو تہس نہس کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو خصوصاً ہمارے عرب بھائیوں کو الفت و محبت کی دولت سے اس قدر مالا مال کر دے کہ وہ امریکی، اسرائیلی جارحیت کا منہ توڑ جواب دے سکیں، ان کے اتحاد میں کوئی طالع آزما رخنہ اندازی نہ کر سکے۔ اور دنیا میں ایک بار پھر

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

کی ایمان پرور یادیں تازہ ہو جائیں ——

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

عرب سربراہی کانفرنس کے کئی ایک اجلاس ہوئے اس سے قبل عرب وزرائے خارجہ نے مشترکہ سفارشات مرتب کر لیں تھیں جنہیں کانفرنس نے منظور کر لیا۔ کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا، کہ تمام عرب ملک امریکہ اور اسرائیل کے دوسرے پشت پناہوں کے خلاف تیل کے مہلک ہتھیار کا استعمال بدستور جاری رکھیں گے جب تک اسرائیل سے تمام مقبوضہ عرب علاقے خالی نہیں کروائے جاتے اور اسرائیل سے امن اور شرافت کے ساتھ رہنے کی ضمانت نہیں لی جاتی "تیل کا عمل" جاری رہے گا ——

چند روز پہلے امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنگر نے تیل کے چشموں پر قبضہ کر لینے کے لئے اپنی چھاتہ بردار فوج اتارنے کی جوابی کارروائی کی دھمکی دی تھی۔ اور نائب وزیر خارجہ ولیم پورٹر نے بڑے متکبرانہ لہجے میں کہا تھا کہ تیل پر پابندی عاید کرنے والے عربوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ انہیں بھی بعض اشیاء کی قلت کا سامنا ہے اور اس صورت میں ان کی اقتصادی بلیک میلنگ دودھاری تلوار ثابت ہو سکتی ہے جس سے خود انہیں بھی گزند پہنچ سکتا ہے۔ ولیم پورٹر نے تیل کی بندش کے باعث پیدا ہونے والی صورت حال سے بوکھلا کر عربوں کو کھلم کھلا دھمکی دی تھی کہ اگر انہوں نے تیل کی سپلائی بدستور بند رکھی تو انہیں نقصان اٹھانا پڑے گا۔ کیوں کہ غذائی اور صنعتی پیداوار زیادہ تر امریکہ ہی میں ہوتی ہے۔

اس لب ولہجہ اور انداز گفتگو سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ امریکہ جیسے ملک سے بھلائی کی توقع رکھنا عبث ہے۔ جو مظلوموں اور حق داروں کا دشمن اور ظالم کے لئے ڈھال بنا ہوا ہے ——

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہا شکر ہے کہ حالیہ جنگ کے بعد ہمارے عرب بھائیوں کو نئی زندگی اور نیا حوصلہ مل گیا ہے۔ اب وہ دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہے ہیں چنانچہ انہوں نے تیل کے ہتھیار کا استعمال جاری رکھنے کا اعلان کر کے امریکی دھمکیوں کا دنداں شکن جواب دیا ہے۔ سعودی عرب کے وزیر تیل السید یحییٰ ذکی یمنی نے ٹوکیو، ہیلسنکی میں کہہ دیا تھا کہ اگر امریکہ جاپان اور یورپی ممالک نے عربوں کا بائیکاٹ کیا یا اقتصادی ناکہ بندی کی کوشش کی تو وہ اپنی تیل کی پیداوار میں اسی فیصد کمی کر دیں گے۔ انہوں نے تیل کے چشموں پر قبضہ کرنے کی امریکی دھمکی کا جواب دیتے ہوئے اعلان کیا کہ اگر امریکہ نے تیل کے چشموں پر قبضہ کرنے کے لئے فوج اتارنے کی غلطی کی تو پھر ساری دنیا کو سخت خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ عرب اپنے تیل کے چشموں کو تباہ کر دیں گے، اور تازہ اطلاعات کے مطابق سعودی عرب نے اپنے تیل کے کنوؤں کے ارد گرد بارودی سرنگیں بچھا دی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ کی جانب سے تیل کے لئے فوجی کارروائی کی حماقت کا امکان بڑھ گیا ہے۔ جہاں تک اقتصادی بائیکاٹ اور خوراک بند کر دینے کے حربے کا تعلق ہے امریکہ کے لئے یہ عمل بھی پریشانی کا مداوا نہیں بن سکتا۔ کرنل قذافی اور مصری وزراء صاف صاف اعلان کر چکے ہیں کہ ہم جو کی روٹی اور پنیر کھا کر گذارہ کر لیں گے وہ بھی نہ ملے تو بھوکوں مر جائیں گے لیکن یہودی اور امریکی جارحیت کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالیں گے اور اسرائیلی مملکت کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔ عرب سربراہی کانفرنس میں تحریک آزادی فلسطین کو فلسطین کی واحد نمائندہ تنظیم تسلیم کر کے جلاوطن فلسطینی حکومت کے قیام کی راہ ہموار کر لی گئی ہے۔ اس لئے اسرائیل کے خیر خواہوں کو یہ خام خیالی یکسر ختم کر دینی چاہیے کہ کبھی کوئی ایک آدھ عرب ریاست بھی اسرائیل کے ناپاک وجود کو تسلیم کر لے گی۔ تیل کے ہتھیار کو جس خوبی اور اتحاد و یگانگت کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ توقع رکھنی چاہیے

کہ ہمارے عرب بھائی خوراک کا چیلنج بھی اسیطرح قبول کرکے کمینہ صفات دشمن کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکی سامراج دولت اور اسلحے کے نشہ میں بُری طرح سرشار ہے۔ وہ بجائے اس کے کہ عربوں کے احتجاجی اقدامات کے جواب میں اسرائیل کی پیٹھ ٹھونکنے سے باز آجائے یا اپنی سامراجی ذہنیت ترک کر دے۔ الٹا عربوں کو دھونس اور دھاندلی سے دبانے کی مذموم پالیسی پر ڈھٹائی سے گامزن ہے۔ لیکن تیل کے ہتھیار کی کاری ضرب نے اسے ارجلک اور حواس باختہ کر دیا ہے۔ عربوں نے فوجی جنگ بندی قبول کرکے سیاسی اور اقتصادی جنگ کا میدان کارزار گرم کر دیا ہے اور امریکہ اچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا ہے۔ کبھی کبھی اپنے عزائم میں متوقع ناکامی کا تصور کرکے امریکی لیڈروں کے لہجے میں عیارانہ تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے تو وہ عربوں سے کہتے ہیں کہ روس تمہیں صرف اسلحہ دے سکتا ہے اور جہاں تک اسرائیل سے مقبوضہ علاقے واگذار کرانے کا مسئلہ ہے وہ صرف امریکہ حل کرسکتا ہے۔ شاید اس طرح وہ عربوں کو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ اسرائیلی غنڈہ گردی کا نشانہ بننے سے بچنے کا ارمان لے کر وائٹ ہاؤس کی دہلیز پر سجدہ ریز ہو جائیں اور روس یا کسی اور ملک سے ہتھیار لیکر اپنا حق بزور طاقت لینے کی ناشائستہ حرکت کا ارتکاب نہ کریں۔ لیکن امریکہ اور اس کے گماشتوں کو یقین رکھنا چاہیئے کہ اب ایسا کبھی نہ ہوگا۔ مشرق اوسط کے ریگزاروں اور سینائی اور جولان کے پہاڑوں میں زخمی عرب شیر دھاڑ رہے ہیں۔ ان کی فلک شگاف آواز سے خوف زدہ ہو کر اگر یہودیوں کے کلیجے منہ کو آرہے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ ہاتھوں سے امریکی بندوقیں زمین پر رکھدیں۔ اور انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں۔ اگر ان میں اپنے یہودی ساتھیوں کی خاک و خون میں تڑپتی لاشیں دیکھنے کا حوصلہ نہیں رہا تو آنکھیں بھی بند کرلیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ وقت عنقریب آنیوالا ہے، جب فلسطین کے مہاجر کیمپوں میں پرورش پاکر جوان ہونے والی نسل یہودیوں سے انتقام لے گی۔ اور نسل در نسل منتقل ہونے والا ایک ایک ادھار چکا دے گی۔ اللھم انصر الاسلام والمسلمین

مؤذنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشی کی استقامت

امیہ کے غلاموں میں سے ایک غلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے جو رسول خدا کے خاص خادم تھے اور ان کا مرتبہ اس درجہ تھا کہ رسول خدا نے آپ کو عالم معلٰی میں اپنے آگے بہشت میں دیکھا اور ان کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہشت حضرت بلال رضؓ کی مشتاق ہے۔

حضرت بلال رضؓ خاموشی کے ساتھ مسلمان ہوگئے تھے آخر امیہ کو بھی کسی صورت اس بات کا علم ہوگیا تو اس نے ان کو خزانہ اور بیت خانہ کی دربانگی سے علیحدہ کر دیا اور یہ کام کسی دوسرے غلام کے سپرد کر دیئے پھر اس نے ان کو اپنے سامنے بلوایا۔ اور دریافت کیا کہ تو کس کو پوجتا ہے؟

حضرت بلال رضؓ نے کہا۔ محمدؐ کے خدا کی عبادت کرتا ہوں اس نے کہا۔ اس دین کو چھوڑ دے، نہیں تو میں تیرے ساتھ بری طرح پیش آؤں گا اور مارتے مارتے مار ڈالوں گا۔

حضرت بلال رضؓ نے فرمایا۔ میں اس دین کو نہیں چھوڑوں گا۔ تیرا جو جی چاہے کر۔ میں تیرا غلام ہوں۔ اس سنگدل نے اپنے غلاموں کو یہ حکم دیا کہ تم ان کے بدن میں ببول کے کانٹے چبھویا کرو۔ اور جب آفتاب اپنی تیزی پر آجائے تو تپتی ہوئی دھوپ میں ان کو چت لٹا کر سر سے پیر تک ان پر گرم گرم پتھر رکھدیا کرو تاکہ ہل نہ سکیں اور ان کے ارد گرد آگ جلایا کرو۔ اور جب شام ہو تو ہاتھ پیر باندھ کر اندھیرے مکان میں قید رکھو اور باری باری سے رات بھر کوڑے مارا کرو۔ یہ سلسلہ صبح تک جاری رہنا چاہیئے۔

ان مصیبتوں میں حضرت بلال رضؓ جتنے دنوں گرفتار رہے ہر لمحہ آپ کی زبان پر احدٌ احدٌ تھا یعنی میرا معبود ایک ہے۔ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس طرف سے گذر رہے تھے کہ امیہ کے گھر سے آہ و زاری کی آواز آپ کے کان میں پڑی۔ آپ نے پوچھا یہ آواز کس کی ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ ایک غلام جس کا نام بلال رضؓ ہے اس کو مارا جا رہا ہے۔ یہ آواز اس کی ہے۔ حضرت ابوبکر کو انتہائی رنج ہوا۔ آپ صبح کے وقت اس کے گھر تشریف لے گئے اور امیہ کو سمجھایا کہ خدا سے ڈر اور اس غلام پر اتنا ظلم نہ کر۔ اس واسطے کہ اس نے سچے دین کو قبول کرلیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دوستی اور رضامندی اس نے اختیار کی ہے۔ تجھ کو چاہیئے کہ اس غلام کو غنیمت جان اور اس کے ساتھ احسان کر۔ یہ احسان تیرا آخرت میں کام آئے گا۔ اور تجھ کو سختی سے بچائے گا۔ اس نے کہا آخرت ایک ڈھونگ ہے اور کیسے معلوم ہو کہ یہ دین سچا ہے اور مجھ کو دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ جو وہم و خیال کی بہشت پر فریفتہ ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے بہت کچھ سمجھایا لیکن یہ حضرت بلال رضؓ پر ظلم کرنے سے باز نہیں آیا۔ اس نے کہا اگر تم کو اس سے ہمدردی ہے اور اس حال پر ترس آتا ہے تو تم بھی مالدار ہو اور اگر آخرت کا اعتقاد رکھتے ہو تو تم ہی ثواب کماؤ اور اس غلام کو مجھ سے خرید لو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی آرزو یہی تھی۔ آپ نے فرمایا اس سے بہتر اور کیا بات ہوسکتی ہے۔ ان کی قیمت جو جو تم تجویز کروگے میں دوں گا۔ اس نے کہا۔ تم اپنے غلام قسطاس رومی جس کے پاس دو ہزار دینار بھی ہیں اس کے عوض مجھ کو دو۔ یہ غلام تجارت کا بہت تجربہ رکھتا تھا۔ آپ نے امیہ کی شرط منظور کی اور چالیس اوقیہ اور زیادہ دے کر حضرت بلال رضؓ کو آزاد کرالیا۔ امیہ آپ کو دیکھ دیکھ کر ہنستا تھا اور اپنے مصاحبوں سے کہتا تھا کہ اس شخص نے باوجود عقل و دانائی کے اس معاملہ میں بہت دھوکہ کھایا ہے اور اپنا نقصان کیا ہے اور وہ غلام جو اپنے پاس دو ہزار دینار رکھتا تھا اور عاقل بھی تھا اس کے بدلے میں نکما اور بے کار غلام لیا ہے جس کو میں مفت بھی نہ لوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا۔ اس کا مرتبہ میرے نزدیک اس قدر ہے کہ اگر تمام یمن کی بادشاہت کے عوض بھی فروخت کرتا تو بھی میں انہیں خریدے بغیر نہیں چھوڑتا۔ حضرت ابوبکر صدیق

ایجنٹ حضرات و قارئین کرام!

تاریخ کے اس گراں ترین دور میں جہاں انسان کی جملہ ضروریاتِ زندگی کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور ہر فرد ورطۂ حیرت میں ہے کہ کیا کرے اور کہاں جائے۔ وہیں آپ کے محبوب جریدہ **خدام الدین** کو بھی مسائل درپیش ہیں جسے حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے محض رضاء الٰہی اور اشاعتِ اسلام کے لیے جاری فرمایا اور اس سے دنیوی منفعت اس وقت مقصود تھی نہ اب ہے۔ خصوصاً کاغذ کی گرانی کے ساتھ ساتھ کمیابی بلکہ نایابی کی وجہ سے پرچے کے چار صفحات بھی کم کرنا پڑے ہیں۔ امید ہے آپ نے اس ناگزیر تبدیلی کو زیادہ محسوس نہیں فرمایا ہوگا۔ لیکن تزئین و ترتیب اور مقصدیت کو زیادہ اجاگر کرنے کے لیے فوری طور پر جو اقدامات کیے جا رہے ہیں وہ آپ گزشتہ شمارے سے ملاحظہ فرما ہی رہے ہیں۔

محترم قارئین! پہلی گزارش آپ سے ہے کہ آپ اپنے ہاں ہمارے جس ہاکر یا ایجنٹ سے خدام الدین لیتے ہیں۔ اسے ہر ماہ باقاعدگی سے بل ادا فرمایا کریں۔ اور ان سے کہیں کہ وہ خدام الدین جیسے خالص تبلیغی اور اصلاحی جریدے کا بل نہ روکیں۔

دوسری گزارش براہ راست ایجنٹ حضرات سے ہے کہ آپ خریداروں سے اپنا بل وصول کرنے اور خدام الدین کو اس کا بل ہر ماہ باقاعدہ ادا کرنے میں سستی اور بے توجہی سے کام نہ لیں۔ ماہ نومبر کے بل اور سابقہ بقایا جات کا حساب آپ کو ارسال کیا جا رہا ہے آپ پہلی فرصت میں واجبات ادا فرمائیں ——— ورنہ خدام الدین کو مالی مشکلات کے علاوہ کاغذ کی وصولی میں بھی پریشانی ہوگی اور اس کی ذمہ داری خدام الدین کے نادہندہ ایجنٹ حضرات پر ہوگی۔ کیونکہ ہمیں صرف اتنے پرچے کے لیے کاغذ کا کوٹہ ملتا ہے جتنے کی رقمیں وصول ہوتی ہوں۔ اب وہ ایجنٹ حضرات جو چھ چھ سات سات ماہ بل ادا نہیں کرتے۔ اندازہ فرمائیں کہ خدام الدین پر کتنا ظلم کرتے ہیں۔ کم از کم خدام الدین کے ساتھ آپ کو ایسی بدمعاملگی روا نہیں رکھنی چاہیئے جس سے براہ راست اشاعت و تبلیغ دین کے مقدس مشن کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ آپ سے دوبارہ اور نہایت دردمندانہ درخواست ہے کہ آپ فی الفور

خطبۂ جمعہ
۲۳ نومبر ۱۹۷۳ء

جمعہ یوم تعلیم ہے اذان کے بعد کاروبار شرعاً ممنوع ہے

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ جیل میں ہر جمعہ کی تیاری فرماتے لیکن جیل کا دروازہ بند پاکر واپس ہو جایا کرتے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مرتب
عبد الرشید انصاری

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی : اما بعد :

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (الجمعہ آیت ۱۰)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن اذان دی جائے تو ذکر الٰہی کی طرف دوڑو۔ اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ تمہارے لیے یہی بات بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ پس جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اسلام نے دنیا سے جہالت اور توہمات کی تمام تاریکیاں ختم کرکے علم اور یقین کی شمعیں روشن کرنے کے لیے اپنے پیروؤں کو تعلیم و تربیت کا ایک ایسا مربوط نظام عطا کیا ہے جس کی مثال دنیا کے دوسرے ادیان و مذاہب میں کہیں نظر نہیں آتی۔

ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ حصول علم کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں استعمال میں لاؤ اور اس مقصد کے لیے اگر تمہیں مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑے تو انہیں بخوشی برداشت کرو، ان کا مقابلہ کرو اور ان سے گھبرا کر پیچھے نہ ہٹو۔ چنانچہ سرور کونین حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْنِ (علم حاصل کرو خواہ چین میں ہو) یعنی دیارِ عرب سے نکل کر اکناف عجم و چین تک کا طویل سفر بھی اگر حصول علم کے لیے کرنا پڑے تو تمہارے قدم رکنے نہیں چاہئیں۔

اسی طرح آیاتِ قرآنی ہر ہر موڑ پر کائنات میں غور و فکر کرنے اور احکام الٰہی سے معرفت و بصیرت حاصل کرنے کی دعوت دیتی ہیں۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے:-

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا ۝ (سورہ محمد۔ آیت ۲۴)

پھر کیوں قرآن میں غور نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔

اور دوسری جگہ واضح طور پر حقیقت بیان فرمائی جاتی ہے کہ نزول قرآن کی غرض و غایت یہی ہے کہ اس کی آیات و احکام میں غور و تدبر کیا جائے اور عقل مند اور اہل بصیرت اس سے سبق اور نصیحت حاصل کر سکیں۔

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (ص آیت ۲۹)

اے رسولؐ! آپؐ کی طرف یہ بابرکت کتاب اس لیے نازل کی گئی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور ارباب عقل و بصیرت اس طرح عبرت و نصیحت حاصل کریں۔

قرآن نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ دعوتِ اسلام اور احکام شرعیہ کو ایمان بالقلب اور بربنائے عقل و بصیرت تسلیم کرو۔ اندھے اور بہرے بن کر لکیر کے فقیر نہ ہو۔

وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْھَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا (الفرقان آیت ۷۳)

اور وہ لوگ جب انہیں ان کے رب کی آیتوں سے سمجھایا جاتا ہے تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

یہاں یہ حقیقت نظر انداز نہیں ہونی چاہیے کہ وہی علم محمود اور لائق عمل ہوگا جو دین اسلام کی کسوٹی پر کھرا ثابت ہو اور قرآن کریم کی بتلائی ہوئی راہ "صراطِ مستقیم" سے ہٹ کر کسی اور طرف کو نہ کھینچتا ہو۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ایسا علم، علم نہیں سراسر جہالت ہوگا۔ جو ہدایت سے محروم کرکے تباہی اور خسارے کی راہ پر ڈال دے گا ؎

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازیؔ نہ صاحب کشاف (اقبال)

علم کا منبع اور مرکز کتاب و سنت ہے اور اہلِ اسلام کے لیے کتاب و سنت کے احکام سے واقف ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ دین پر عمل بغیر علم کے ہو ہی نہیں سکتا۔

وہ راستے جن پر لوگ سفر کرنا چھوڑ دیں وہ بالآخر بنجر اور ویران ہو جایا کرتے ہیں۔ یہی حال علم کا ہے۔ اگر انسان اس پر عمل نہیں کرتا اور اس سے استفادہ نہیں کرتا تو وہ علم بے سود ہوگا۔ کیونکہ ایسی زندگی تو اس علم کے بغیر بھی گزاری جا سکتی ہے۔ عمل کا معاملہ بھی ایسے ہی سمجھیے کہ جب تک کوئی طریقہ اور راستہ معلوم نہ ہو کوئی کام کیسے کیا جا سکتا ہے۔

سورۃ جمعہ کی جو آیات پڑھی گئی ہیں ان میں جمعہ کے روز خصوصی طور پر ہر شخص کو احکام الٰہی سننے اور ان کی تعلیم حاصل کرنے کی دعوت کے ساتھ ساتھ عمل کی شدید تاکید کی گئی ہے کہ نماز جمعہ کی اذان ہو چکے تو اپنے سب کاروبار بند کر دو اور اللہ کی یاد کے لیے یعنی خطبہ جمعہ سننے اور ایک جگہ اکٹھے ہو کر نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے دوڑو۔ نماز جمعہ جماعت کے ساتھ ادا کرنا۔ مسافر، مریض، محبوس اور قیدی کے سوا ہر مسلمان عاقل و بالغ پر فرض ہے جمعہ چونکہ یوم التعلیم ہے۔ اس لیے اسے ہفتہ بھر کے دوسرے ایام پر فوقیت اور فضیلت حاصل ہے۔ علم صفت خداوندی ہے اور یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائی ہے کہ وہ عقل و شعور سے علم حاصل کرتا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ اسی کمال کی بدولت انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض کا منصب عطا فرمایا گیا اور اسے اشرف المخلوقات قرار دیا گیا۔

لیکن اب ہمارے ہاں جمعہ کے دن کے تمام تقاضے نظر انداز کر دیے گئے ہیں۔ اذان کے بعد فوراً مسجد میں آنے کی کوشش کرنا اور کاروبار بند کر دینا تو درکنار مساجد کے اردگرد عین نماز کے وقت اسی طرح لوگ اپنے کاروبار زندگی میں مصروف رہتے ہیں اور چھٹی اتوار کے روز کی جاتی ہے جس کا اسلامی اور شرعی حیثیت سے کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

مسلمان کا فرض ہے کہ جب نماز جمعہ کی اذان ہو جائے تو کاروبار بند کر دے اور مسجد میں جلد سے جلد پہنچنے کی کوشش کرے۔ قرآن حکیم کی رو

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

حضرت عدیؓ بن حاتم طائی

محمد اقبال شیخ

آنحضرتؐ سخی باپ کے فیاض بیٹے کی عزت فرماتے تھے

حضرت عمر فاروقؓ نے کہا! "تم اس وقت اسلام لائے جب لوگ کفر میں مبتلا تھے"

حضرت عدیؓ مشہور عالم سخی حاتم طائی کے فرزند تھے اور مذہباً عیسائی تھے۔ ان کا خاندان طویل عرصے سے قبیلہ طے پر حکمرانی کرتا چلا آرہا تھا اور ظہور اسلام کے وقت عدی خود قبیلہ طے کا حکمران تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل فتوحات حاصل ہوئیں اور فتوحات کے ساتھ ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر و اقتدار اور اسلام کا دائرہ وسیع ہونے لگا، تو عدی کو اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر یہی حالت رہی تو بہت جلد اسے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر اطاعت خم کرنا پڑے گا۔ دوسرے فرمانرواؤں کی طرح ان کی نخوت کو بھی ایک معمولی قریشی کی ماتحتی اور حکومت گوارا نہ تھی لیکن ایک طرف اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا ان کے بس کے باہر تھا دوسری طرف حکمرانی کا غرور اسلام کے سامنے سر جھکانے کی اجازت نہ دیتا تھا۔ اس لیے انھوں نے یہی مناسب سمجھا کہ ترک وطن کرکے کہیں اور جا بسیں۔ چنانچہ جونہی مسلمان لشکر ان کی حدود کی طرف بڑھے، عدی اپنا وطن چھوڑ کر شام چلے گئے۔ عدی خود تو شام چلے گئے لیکن اتفاق سے ان کی ایک عزیز رشتہ دار خاتون پیچھے رہ گئی جو کہ مسلمان لشکر کے ساتھ آگئی۔ وہ خاتون حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی گئی تو رحمتِ دو عالم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں عزت و احترام کے ساتھ عدی کے پاس شام جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ اس خاتون کو اس کے شایان شان لباس اور اخراجاتِ سفر کا انتظام کرکے بحفاظت تمام روانہ کر دیا گیا۔ وہ خاتون سیدھی عدی کے پاس شام پہنچیں اور عدی سے شکوہ کیا کہ تم بڑے خود غرض نکلے ہو کہ اپنے اہل و عیال کو تو شام اپنے ساتھ لے آئے لیکن مجھے تنہا وہاں چھوڑ آئے۔ عدی نے شرم و ندامت کے ساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور معافی مانگ کر اپنی رشتہ دار خاتون کو راضی کر لیا۔ چند دن گزرے تو عدی نے اس خاتون سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو وہ خاتون بولیں کہ میری رائے میں تمہیں جس قدر جلد ہو سکے ان سے ملنا چاہیے۔ اگر وہ نبی ہیں تو ان سے ملنے میں سبقت کرنا شرف و سعادت ہے اور اگر بادشاہ ہیں تو بھی یمن کا ایک باعزت فرمانروا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس خاتون کا مشورہ عدی کو پسند آگیا اور وہ اسی وقت شام سے مدینہ کے لیے روانہ ہوگئے اور مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام پوچھا اور جب معلوم ہوا کہ وہ حاتم طائی کے بیٹے ہیں تو انہیں ساتھ لے کر کاشانۂ اقدس کی طرف چلے۔ راستہ میں ایک بوڑھی عورت نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرا لیا اور دیر تک آپ سے باتیں کرتی رہی اس کا عدی کے دل پر ہیبت اثر ہوا کہ ایک معمولی عورت کے ساتھ سر راہ کھڑے ہو کر آپ گفتگو میں مصروف ہیں، گھر پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اصرار کے ساتھ عدی کو ایک گدے پر بٹھایا۔ اور خود زمین پر بیٹھ گئے آپ کے اس اخلاق نے عدی کو گرویدہ بنا لیا۔ اور وہیں قبول اسلام کر لیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نئے مسلمان سے اس کے رتبہ کے مطابق کام لیتے تھے اور اسلام سے پہلے جس کا جو رتبہ تھا اس کو اسلام کے بعد برقرار رکھتے تھے۔ عدی قبیلہ طے کے حکمران تھے اس لیے اسلام کے بعد بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی کو طے کی امارت پر سرفراز فرمایا۔

۱۳ھ میں جب حضرت عمرؓ نے عراق کی فتوحات کی تکمیل کے لیے تمام ممالک محروسہ سے فوجیں طلب کیں تو عدی بھی اپنے قبیلہ کے آدمیوں کو لے کر شرکت جہاد کے لیے پہنچے اور امیر العسکر مثنیٰ کے ساتھ حیرہ کے معرکہ میں شریک ہوئے اور اس کے بعد کئی اور معرکوں میں بھی ہم رکاب رہے اور داد شجاعت دی۔ جب مدائن پر فوج کشی ہوئی اور کسریٰ کا خزانہ

سخاوت اور فیاضی ان کو ورثے میں ملی تھی۔ ان کا دروازہ سائلوں کے لیے ہر وقت کھلا رہتا تھا اصرار کرتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ مانگو۔

مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تو انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی جو کسریٰ کے بارے میں آپ نے کی تھی اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھ لی۔ عدی حضرت خالدؓ بن ولید کے ہمراہ شام کی جنگوں میں شامل ہوئے اور فتوحات میں بھی حصہ لیا۔

حضرت عثمانؓ کے طرز عمل سے عدی کو اختلاف تھا اس لیے ان کے زمانہ میں بالکل خاموش رہے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ اور دوسرے اکابر صحابہ میں اختلاف ہوا تو حضرت عدی نے حضرت علیؓ کی نہایت پرجوش حمایت کی چنانچہ جنگ جمل میں وہ حضرت علیؓ کے ساتھ رہے۔ بصرہ کے قریب حضرت علیؓ نے جب اپنی فوج کو مرتب کیا تو قبیلہ طے

پیغمبرِ اسلام نے اُن کا نام پوچھا جب معلوم ہوا کہ وہ حاتم طائی کے بیٹے ہیں تو انہیں لے کر کاشانۂ اقدس کی طرف چلے۔ گھر میں حضور نے اصرار کے ساتھ عدی کو گدے پر بٹھایا اور خود فرش پر تشریف فرما ہوئے؛

کا علم عدی کو عنایت کیا اور وہ نہایت جانبازی سے لڑے، جس میں ان کی ایک آنکھ کام آگئی۔

ایک دن جبکہ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور عراقی فوجیں پراگندہ ہو رہی تھیں، حضرت علیؓ علیحدہ ایک دستہ کو لیے صف آرا تھے، عدیؓ کو حضرت علیؓ نظر نہ آئے تو آپ کی تلاش میں نکلے اور ڈھونڈ کر عرض کیا کہ اگر آپ صحیح سالم ہیں تو معرکہ سر کرنا کچھ مشکل نہیں ہے میں آپ کی تلاش میں لاشوں کو روندتا ہوا آپ تک پہنچا ہوں۔ اس دن سب سے زیادہ ثابت قدمی عدیؓ نے دکھائی تھی۔ ان کا ماتحت دستہ ربیعہ اس بہادری سے لڑا کہ حضرت علیؓ کو کہنا پڑا کہ ربیعہ میری زرہ اور تلوار ہیں۔ صفین کے بعد نہروان کا معرکہ گرم ہوا اس میں بھی عدی حضرت علیؓ کے دست راست تھے۔ غرض شروع سے آخر تک وہ برابر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جانثار تھے۔

یوں تو حضرت عدی کی ساری زندگی خالص مذہبی تھی۔ لیکن نماز اور روزوں کے ساتھ خاص شغف تھا۔ نماز کے لیے یہ اہتمام تھا کہ ہر وقت باوضو رہتے تھے کبھی اقامت کے وقت وضو کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ ہر وقت نماز میں دل لگا رہتا تھا اور نہایت اشتیاق سے نماز کے وقت کا انتظار کرتے رہتے تھے۔ روزہ کی شرائط کی ایسی سختی سے پابندی کرتے تھے کہ آیت "یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے لیے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے" نازل ہوئی تو سوتے وقت سیاہ اور سفید دھاگے تکیہ کے نیچے رکھ لیتے تھے اور اس سے سحری کے وقت کے اختتام کا اندازہ لگاتے تھے لیکن سیاہی اور سفیدی میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا تھا اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو حضورؐ نے ہنس کر فرمایا "معلوم ہوتا ہے تمہارا تکیہ بہت لمبا ہے۔ اسود و ابیض سے مراد رات دن ہیں۔"

حضرت عدی اپنے ذاتی اور خاندانی فضائل کی وجہ سے بڑی عزت و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ان کے لیے جگہ خالی کر دیتے، خلفاء کے یہاں بھی یہی قدر قائم تھی ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدینہ آئے اور ان سے مل کر پوچھا "آپ نے مجھے پہچانا" حضرت عمرؓ نے فرمایا پہچانتا ہوں تم اس وقت ایمان لائے جب لوگ کفر میں مبتلا تھے تم نے اس

باقی صفحہ ۱۵ پر

تصوف اور صحابہ کرامؓ

محمد نصیر ہمایونی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انقلابی تربیت نے صحابہ کرامؓ کے دل اور دماغ کو ایسا روشن کر دیا تھا جس کی دنیا کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے متعلق فرماتے تھے :-

"خدا کی قسم ! آج کوئی ان کے مشابہ نہیں ہے اصحاب رسول خالی جاتے، پراگندہ بال اور غبار آلود ہو کر صبح کرتے تھے۔ ساری رات سجدہ کرنے میں گزارتے تھے اور قیام میں سینہ سجدہ میں راحت محسوس کرتے تھے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو یہاں تک گرتے کہ کپڑے تر ہو جاتے تھے۔ خدا کی قسم ان کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں نے ساری رات غفلت میں کاٹی۔"

صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی پر نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ خدا اور خدا کے رسولؐ کی محبت نے ان کے دلوں کو منور کر دیا تھا اور وہ سارے کے سارے ان اخلاق حمیدہ سے درخشاں نظر آتے تھے، طہارت، عجز و نیاز، پاک دامنی، زہد و تقویٰ، صبر، عفو، عدالت، سخاوت، خشیت الٰہی، اپنا محاسبہ کرنے اور فیضان الٰہی کی جستجو میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔

فقر و فاقہ کے باوجود کسی کے آگے دست سوال نہیں پھیلاتے تھے اور اپنی محنت سے جو کچھ میسر آتا تھا اس پر قناعت کرتے تھے۔ شریعت کی پابندی کے ساتھ ساتھ منکرات سے بچنے کے لیے ہر قسم کی سختی برداشت کرتے تھے۔ عبادت میں مشغول ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ خدا کے روبرو کھڑے ہیں۔ ان کو دیکھنے والے ایسا محسوس کرتے تھے کہ خود خدا کے ساتھ ہم کلام ہیں۔

آخرت کی یاد ہر وقت ان کے دلوں کو گرمائے رہتی تھی اور اگر بھول کر بھی وہ کوئی غلطی کر بیٹھتے تھے تو اس کے ازالہ کے لیے بہت کچھ قربان کر دیتے تھے۔ مثلاً :-

(۱) صلح حدیبیہ کے موقع پر شرائط صلح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناگوار گذریں تو انھوں نے اعتراض کیا اور بعد میں جب اس کی مصالح سمجھ میں آگئیں تو استغفار کے طور پر اپنی والہانہ بے ادبی پر نادم ہوتے اور ہمیشہ روزے رکھنے شروع کیے۔ صدقہ دیتے رہے، غلاموں کو آزاد کرتے رہے اور ہر وقت نفل پڑھتے رہے۔

(۲) حضرت ابو طلحہؓ انصاری ایک بار اپنے باغ میں بیٹھے ایک چڑیا کو شاخوں میں الجھا، پھڑکتا ہوا دیکھ کر خوشی سے ایسے محو ہوئے کہ اپنی نماز بھول گئے اور جب اس غفلت کا احساس ہوا تو سارا باغ صدقہ کر دیا۔

ذیل میں ہم خلفائے راشدین اور چند اور نامور صحابہ کرامؓ کی زندگی کے چند ایسے پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں جن سے ان کی صوفیانہ طرز زندگی کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ایک بار کسی غزوہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے چندہ مانگا تو صدیق اکبرؓ نے اپنی تمام ملکیت پیش کر دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو ؟ عرض کی : "خدا اور خدا کے رسولؐ کی یاد اور بس۔"

انکساری ایسی تھی کہ بدن پر لٹکتا ہوا کپڑا نظر آتا تھا اور اپنے ننگ کو پردہ پوش کرنے کے لیے بڑی احتیاط برتتے تھے۔ اگر اونٹ کی مہار گر جاتی تھی تو اس کے اٹھانے کے لیے کسی خادم کو فرمائش نہ کرتے تھے بلکہ اونٹ سے اتر کر خود اٹھاتے تھے۔

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب مکہؔ کے لوگوں سے تنگ آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر آپ ہجرت کے لیے نکلے تو راستہ میں مکہؔ کا مشہور رئیس ابن الدغنہ ملا۔ حالات معلوم ہونے پر وہ بولا کہ :-

"تمہارے جیسا شریف، نیک نفس، یتیموں کا والی، بیواؤں کا ہمدرد، غربا و مساکین اور مسافروں سے احسان کرنے والا، مہمان نواز اور اپنے عزیزوں سے نیک سلوک کرنے والا مکہؔ کو چھوڑ کر کس طرح جا سکتا ہے۔ آؤ۔ میں تمہارا ضامن ہوں۔ آپ کے بغیر مکہؔ ویران ہو جائے گا۔"

حلم اور بردباری آپ کے خاص اوصاف تھے۔ جب نبی کریمؐ وفات پا گئے تو کسی کو یقین نہیں آتا تھا۔ رقیق القلب ہونے کے باوجود نہ یہی صرف خود ثابت قدم رہے بلکہ تمام صحابہؓ کو بھی ثابت قدم رکھا۔ یہ ان کی قوت ایمان کا نتیجہ تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :-

"ابوبکر بڑے رونے والے آدمی تھے جب قرآن پڑھتے تھے تو اپنی آنکھوں پر قابو نہیں پاتے تھے۔"

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ان کے صوفیانہ خیالات کے متعلق امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ایک پورا رسالہ لکھا ہے اور ان کی سادگی بھی مؤرخین کی توجہ کا موجب بنی رہی ہے یہاں تک کہ گاندھی جیسے ہندو نے بھی ایک بار یہ پکار کر کہا تھا کہ :-

"ہمیں عمرؓ جیسے حاکم کی ضرورت ہے"

امیر المومنین ہونے کے باوجود ان کے کھدر کے کپڑوں پر پیوند لگا ہوتا، خواہشات نفسانی کا ترک کرنا، شبہات سے بچنا، حق گوئی پر کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا، سخت عبادتوں کو اپنے اوپر لازم کرنا اور ہر حال میں سختی سے عدل قائم کرنا، یہ ان کے خصوصی اوصاف تھے۔

اہل تصوف ہمیں بتاتے ہیں کہ یقین محکم سے انسان میں دس خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں :- توبہ، زہد، صبر، شکر، رجا، خوف، توکل، رضائے الٰہی، فقر اور عشق، فاروق اعظمؓ میں یہ تمام خوبیاں قولاً و فعلاً نمایاں تھیں۔

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان غنیؓ ذو النورین میں تین عدد صوفیانہ خوبیاں تمام صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں خصوصیت سے نمایاں تھیں۔

(الف) تمکین و استقامت :- شہید ہونے کے وقت ذرا بھی جنبش نہیں کی اور مدافعت کے لیے کسی کو حکم نہیں دیا اور قرآن کو اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیا۔

(ب) شرم و حیا :- حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ :-

"وہ گھر میں بھی نہاتے تھے تو شرم سے پیچ و خم کھاتے تھے اور یہ حیا اس حیا سے مختلف ہے جو مقامات نفس کے متعلق ہوتی ہے اور اس کے ساتھ یہ خیال پیدا کرنے سے ہوتی ہے کہ میں اس کا حق ادا کرنے سے قاصر ہوں اور انسانی گندگی کے ساتھ ملوث ہوں۔ اسی وجہ سے ان کو صاحب الحیاء والایمان کہا جاتا ہے۔"

(ج) دخول فی السعادۃ جو انبیاء اور صدیقین کا خاص وصف ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ تھے اور جدا بھی۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ :-

"اگر اسلام کی ضروریات کے پورا کرنے کا خیال نہ ہوتا تو میں اس مال و دولت کو جمع کرنے کا خیال تک نہ کرتا۔"

مومن کا خاصہ ہے کہ وہ مال و دولت کو محض "حقوق" کی ادائیگی کے لیے محفوظ رکھتا ہے۔

۴۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

ان کا قول ہر جگہ سنہری حروف میں لکھنے کے لائق ہے کہ :-

"مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ"

ترجمہ: جس نے اپنے نفس اور اپنی ذات کو سمجھ لیا، اس نے گویا اپنے رب کو پہچان لیا۔

ان کا فرمان ہے کہ ایمان چار ستونوں پر قائم ہے :-

صبر، یقین، عدل اور جہاد

فقر ان کا ایک خاص وصف تھا۔ اپنے داماد حضرت عمرؓ بن الخطاب کو ایک بار نصیحت فرمائی :-

"اے عمرؓ ! اپنے آقا سے ملنا چاہتے ہو تو اپنی قمیص میں پیوند لگاؤ، اپنا جوتا گانٹھو، اپنے رشتۂ امید کو کوتاہ کرو اور پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاؤ۔"

ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگی کو محسوس کر کے انھوں نے ایک یہودی کے باغ میں مزدوری کر کے کھجوریں حاصل کیں اور نبی کریمؐ کی خدمت میں پیش کیں۔

ان کے خوف خدا کا یہ حال تھا کہ جب نماز کا وقت آتا تھا تو کانپ اٹھتے تھے اور ان کے چہرہ کا رنگ فق ہو جاتا تھا ان کو وہ قرآنی آیت یاد آ جاتی تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ :-

"انسان نے بار امانت کو قبول کر لیا جب کہ فرشتوں اور آسمانوں نے اس خدائی امانت کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔"

نماز میں ایسا انہماک ہوتا تھا کہ ایک بار پاؤں میں تکلیف تھی فرمایا کہ نماز کی حالت میں بے شک آپریشن کر کے نقص کو خارج کر دیں۔ ایسی "غیر معمولی" توجہ ان ہی کے حصہ میں آئی تھی۔

۵۔ اصحاب صفہ

یہ عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم دن کو نبی کریمؐ کی حاضری میں رہتے اور رات کو چبوترے پر سو جاتے۔ عربی میں چبوترے

کو صفہ کہتے ہیں اسی نسبت سے وہ اصحابِ صُفّہ کہلاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ اور حضرت ابنِ مکتوم رضؓ نابینا صحابی جس کے متعلق قرآن حکیم میں آیت اتری تھی اسی گروہ میں سے تھے۔ دن کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری اور رات کی عبادت کے باوجود وہ اپنی معاش کے لیے محنت مزدوری کے لیے وقت نکال لیتے تھے اور کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحابِ صُفّہ میں ستر آدمیوں کو دیکھا کہ ان کے کپڑے ان کی رانوں تک بھی نہیں پہنچتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اور صحابہ کرامؓ کو متوجہ کرتے رہتے تھے کہ ان کا خیال رکھیں۔ اصحابِ صُفّہ کی اس رات اور دن کی توجہ سے اسلامی نظریات کو استوار ہونے اور قیام پذیری میں بڑی مدد ملی۔

۶۔ عام صحابہؓ

اس ضمن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ، حضرت حذیفہ بن الیمان رضؓ، حضرت انس بن مالک رضؓ، حضرت ابو درداء رضؓ، حضرت سلمان فارسی رضؓ، حضرت ابو ذر غفاری رضؓ، حضرت عمران بن حصین رضؓ، حضرت عدی بن حاتم (حاتم طائی) رضؓ وغیرہ ایسے صوفی اور زاہد صحابہؓ کی ایک بڑی لمبی فہرست ہے۔ جنہوں نے ذکر اور فکر، اعمال اور اوصاف، توبہ اور تہذیبِ نفس، عادات اور عبادات میں ایسی ایسی مثالیں قائم کی ہیں کہ جن کی نظیر دنیا بھر میں نہیں ملتی۔

حضرت ابولبابہ رضؓ بن عبدالمنذر ایک جلیل القدر صحابی رضؓ تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان کی بڑی عزت تھی جب کبھی رسول اکرم غزوات کے سلسلوں میں باہر تشریف لے جاتے تو اپنی جگہ امامت کا کام ان کے سپرد کر جاتے۔

جو حاجی صاحبان مدینہ منورہ تشریف لے جاتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ نبی کریمؐ کے روضہ اور منبر (جہاں آپ امامت کرایا کرتے تھے) کے درمیان کے قطعہ زمین کو ریاض الجنۃ کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ:

"مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے پیش نظر اتنے زمین کے ٹکڑے کو جنت کا ٹکڑا سمجھا جاتا ہے، جہاں ستر ہزار فرشتے ہر روز صبح آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اور یہ دیکھا گیا ہے کہ ہر وقت وہاں نوافل پڑھے جا رہے ہیں، خلقت کا اتنا ہجوم ہوتا ہے کہ کوئی حد نہیں لیکن نوافل پڑھنے والے اچھی سپرٹ سے کام لیتے ہیں اور نفلوں سے فارغ ہو کر اور لوگوں کو جگہ دیتے چلے جاتے ہیں۔

اسی ریاض الجنۃ میں نو عدد ستون ہیں جن کو استوانات رحمت کہا جاتا ہے انہیں ستونوں میں ایک ستون "توبہ کا ستون" ہے، جس پر ایک سنگ مرمر کی پلیٹ ہے جو ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

جنگ خندق، غزوات میں ایک بڑی مشہور تاریخی جنگ ہے کفار اپنی پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ مدینہ میں یہودیوں کا ایک مشہور قبیلہ بنی قریظہ تھا یہ لوگ بڑے سازشی اور فتنہ پرداز تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کا صلح نامہ قائم تھا لیکن وہ بے ایمان ہو گئے اور کفار کے ساتھ مل گئے۔ اور ہر طریقے سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد اور حکم سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ ان یہودیوں کو عہد شکنی کی سزا ضرور ملنی چاہیئے۔ مسلمانوں نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جو پچیس دن تک جاری رہا۔

حضرت ابولبابہ رضؓ بنی اوس کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے جن کے ان یہودیوں کے ساتھ بڑے مراسم تھے اس بناء پر یہودیوں نے حضرت ابولبابہ رضؓ کو مشورہ کے لیے بلا بھیجا۔ انہوں نے فرما دیا کہ:

"تم سب قتل کر دیئے جاؤ گے"

بعد میں ان کو محسوس ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کے ایک جنگی راز کو فاش کر دیا ہے اور اگر یہودی اس راز کا فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں تو اس پر ان کی ذمہ داری ہو گی۔ اس احساس کے پیش نظر وہ مسجد نبویؐ میں آئے، ایک ستون کے ساتھ اپنے آپ کو باندھ دیا، کھانا پینا ترک کر دیا اور رات دن گڑگڑا کر مغفرت کے لیے دعائیں مانگتے رہے۔ ضروری حاجات کے موقع پر اپنی لڑکی سے بندھن کھلوا لیتے اور پھر اپنی لڑکی کے ہاتھوں وہیں ستون کے ساتھ بندھ جاتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلبہ پا کر یہودی مردوں کو قتل کرا دیا اور عورتوں سے اسیرانِ جنگ کا سا سلوک کیا اور ادھر ابولبابہ رضؓ کو سزا بھگتتے کئی روز گذر گئے، آنکھیں سرخ ہو گئیں، نظر کمزور ہو گئی، کانوں سے بہرے ہو گئے اور ایک دن ضعف کے عالم میں گر کر بے ہوش ہو گئے اس وقت رحمتِ الٰہی کو جوش آگیا اور ان کی توبہ قبول ہو گئی۔

حضرت ام سلمہ رضؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر یہ مژدہ سنایا تو ابولبابہ رضؓ فرمانے لگے کہ:

"اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود آ کر مجھے کھولیں گے اور اٹھائیں گے تو اٹھوں گا ورنہ اسی طرح پڑا رہوں گا۔"

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے اور ان کو پیار کیا اور اپنے خود دست مبارک سے بندھن سے خلاصی ہو گئی۔

ان بزرگوں اور عاشقانِ رسولؐ کی زندگیاں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات کا ایک باب روشن کرتی ہیں گویا کہ ان کو توجہ نہ دینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایک باب کو حذف کر دینے کے برابر ہے۔

سیدنا عثمان رضؓ بن عفان کی شہادت کے بعد جو واقعات رونما ہوتے ہیں ان سے کئی دفعہ بے دلی پیدا ہو جانے کا امکان ہو جاتا ہے لیکن اس ضمن میں بھی حضرت علی رضؓ کے قول کو یاد رکھنا چاہیئے جو اس ضمن کے شروع میں بتایا گیا ہے۔ یعنی ان کے بغیر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راتیں غفلت میں کاٹی جا رہی ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان ہستیاں براہ راست اور لگاتار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہیں اسی نورانی چشمہ رسالت سے تربیت حاصل کی۔ گھر بار چھوڑ کر دین پر فدا ہونا قبول کیا۔ تمام نفسانی لذتوں کو ترک کیا۔ اپنے وطنوں، عزیزوں اور ہر قسم کے آرام و راحت کو چھوڑا۔ اپنی تمام املاک کو دین پہ قربان کیا۔ اپنے ہم وطنوں اور ہم جنسوں سے طرح طرح کی اذیتیں سہیں۔ راتیں جاگ کر گذاریں اور جب کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ وار ہوا تو ڈھال بن کر سامنے کھڑے ہو گئے۔ یہ بہشتی روحیں ہیں جن کے حالات آپ کے لیے مشعل راہ کا کام دیں گے اور آپ کبھی بھی آزردہ خاطر نہ ہوں گے۔ انہی کی سوانح حیات پڑھ کر نبی کریم کی عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان کے ذکر اذکار کے بغیر نبی کریم کی سیرت نامکمل رہ جاتی ہے۔ ان کے سیرت و کردار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معلم ہونے کا پتہ چلتا ہے یہی وہ بزرگ ہستیاں ہیں جنہوں نے حضور کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنا کر دنیا کے سامنے دین کو پیش کیا یہی درخشندہ ہستیاں تھیں جو صحیح تصوف کی علمبردار تھیں۔

بقیہ : اصلاحِ معاشرہ

تدمیرا۔ (بنی اسرائیل آیت ۱۶)

ترجمہ: اور جب ہم نے چاہا کہ غارت کریں کسی بستی کو حکم بھیج دیا اس کے عیش کرنے والوں کو پھر انھوں نے نافرمانی کی اس میں۔ تب ثابت ہو گئی ان پر بات، پھر اکھاڑ مارا ہم نے ان کو اٹھا کر۔

یعنی جب بداعمالیوں کی بدولت کسی کو تباہ کرنا ہوتا ہے تو یونہی دفعتہً پکڑ کر ہلاک نہیں کر دیتے بلکہ اتمام حجت کے بعد ان کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے۔ انبیاء اللہ اور ان کے تابعین خدا کے احکام ان کو پہنچاتے ہیں خصوصاً امرا اور بارسوخ لوگوں کو ان کے ماننے کا اثر جمہور پر پڑتا ہے انھیں آگاہ کیا جاتا ہے جب یہ بڑی ناک والے سمجھ بوجھ کر خدا کے احکام کو پس پشت ڈال دیتے ہیں یا لاامر خرمستیاں کرنے لگتے ہیں۔ زنا و غنا، شرک و شراب نوشی، فسق و فجور سے فضا کو مسموم و مکدر بنا دیتے ہیں تو اس وقت وہ عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں جب وہ علانیہ جرم کرنے لگتے ہیں۔

ہلاک کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ بے قصور کسی کو تباہ کر دیتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی آبادی جب برائیوں میں بڑھ جاتی ہے خدا کے ساتھ کھلی بغاوت شروع ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ پھر امہال کثیر کے بعد اس کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ معاشرہ کو جو چیز تباہ کرتی ہے وہ اس کے خوشحال اور کھاتے پیتے لوگوں کا بگاڑ ہے۔ دولت مند دولت کو خدا کی بخشش نہیں سمجھتے اپنا کمال سمجھ کر غرور میں آ جاتے ہیں، فسق و فجور، ظلم و ستم اور بدکاریوں پر اتراتے رہیں یہ مرض پھر عام لوگوں میں پیدا ہو جاتا ہے بالآخر یہ برے اعمال پورے معاشرے کو گندہ کرتے ہیں اور پوری قوم کو لے ڈوبتے ہیں۔ لہٰذا جو معاشرہ خود اپنا دشمن نہ ہو اسے چاہیئے کہ خود سنبھل کر رہے اور اس بات کا خیال رکھے کہ اقتدار نااہل، کم ظرف، بداخلاق اور بدکردار لوگوں کے ہاتھ میں نہ چلا جائے خواہ وہ کتنے ہی امیر کیوں نہ ہوں اور خود بھی قرآن و سنت پر عمل کرتا ہوا دوسروں کو اس طرف متوجہ کرے۔



حکیم آزاد شیرازی مدیر "تذکرہ" لاہور

خوابوں کی دنیا

تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں

انسان جب نیند کے عالم میں ہوتا ہے تو بے شک اس کے جسمانی اعضاء اور خاکی وجود مرگ کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں۔ اور بعض انسان تو اتنی گہری نیند سوتے ہیں کہ صورِ اسرافیل کے سوا کوئی اور ذریعہ انہیں جگانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

میرزا محمد رفیع سودا نے جب اپنے ایک شعر میں یہ مضمون بیان کیا کہ سودا کی بالین پر جب شورِ قیامت برپا ہوا تو خدامِ ادب نے کہا۔ اے شورِ قیامت! ٹھہرو، صبر کرو! ابھی ابھی تو میرزا صاحب کی آنکھ لگی ہے۔ کمزور طبع میر تقی میر نے یار لوگوں سے التجا کی کہ صاحبو! میر کے سرہانے کھڑے ہوئے آہستہ باتیں کرو، ابھی تو بے چارا روتے روتے سویا ہے۔ کہیں تمہاری آواز سے پھر بیدار نہ ہو جائے اور پھر مرزا غالب نے سوتے میں خواب دیکھنے کی کیفیت یوں بیان کی ہے کہ ؎

تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ
جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سود تھا

خواب میں خیالات کی کیفیت کا جو فلسفہ میرزا غالب یا دوسرے شاعروں نے بیان کیا ہے کیا واقعی خوابوں کا تعلق صرف واہمہ اور تصوّر ہی سے ہے۔ اور ان کے نتیجے میں کوئی سود وزیاں درپیش نہیں آتے۔ تو پھر نیند یا بیداری کے عالم میں رویائے صادقہ کی کیا حقیقت ہے؟ اور کیا خالق کائنات نے انسانی تصوّر کی تخلیق بے معنی کی ہے؟ یہ تصوّر ہی تو ہے جس کے سہارے انسان بری یا بھلی زندگی گزار رہا ہے۔ اگر تصوّرات کو انسانی زندگی سے خارج کر دیا جائے تو پھر وہ کون سا جذبہ ہے جس کی بنیاد پر انسان زندہ ہے؟ کیا حیات بعد الممات کا تصوّر، دوزخ کی سزا اور جنت کی جزاء کا تخیّل انسانوں کو نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی تلقین نہیں کرتا؟ اور جس انسان میں یہ تصوّر یقین کی حد تک جا پہنچتا ہے وہی "مومن بالغیب" کے مدارج طے کرتے ہوئے اپنی زندگی کو بتدریج تقوٰے کے سانچے میں نہیں ڈھال لیتا؟ کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبرانِ عظام کی معرفت اللہ تعالیٰ نے مخلوق انسانی کو اپنے نیک و بد اعمال کی سزا اور جزاء کا تصوّر نہیں بخشا۔ اور اس تصوّر کو ایقان اور ایمان کے درجے تک حاصل کرنے والوں ہی کو یومنون اور یوقنون یعنی اہل ایمان اور اہلِ یقین قرار نہیں دیا؟ کیا قرآن حکیم میں تشبیہات اور استعارات ہی ہیں نہیں بلکہ واضح طور پر اور واشگاف الفاظ میں دوزخ کی سزاؤں کا خوفناک اور جنت کی نعمتوں کا حسین و جمیل تصوّر نہیں دیا گیا؟ مرنے کے بعد زندہ ہونے، یوم حساب اور روزِ قیامت کا تصوّر، لقائے رب اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کی یقین دہانیاں قرآن و حدیث میں اس طور موجود ہیں کہ ان سے انحراف ممکن ہی نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب ہی میں اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس خواب کو حکم الٰہی سمجھا اور بیٹے کی قربانی دینے پر آمادہ ہو گئے۔ اور پھر سعادت مند بیٹے نے بھی اپنے والدِ بزرگوار کے خواب کو یہ کہہ کر جھٹلانے کی کوشش ہرگز نہ کی کہ "ابّا حضور! یہ تو محض خواب ہے۔ خواب کیا اور اس کی حقیقت کیا؟ آپ اس خواب کی بنیاد پر میرے حلقوم پر چھری چلا کر مجھے ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں؟" اگر خواب کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو حضرت اسمٰعیلؑ یقیناً اپنے والد بزرگوار سے اس موضوع پر بحث کر کے اپنی جان بچانے کی کوشش کرتے لیکن انہوں نے سرِ تسلیم یوں خم کیا کہ ؎

پسرِ خلیل کی سیکھ ادا، جو ہے ذبح ہونے کی آرزو
کہ چھری رکے تو رکے مگر نہ سر کے پائے ترا گلو!

اور صدیوں سے اس خواب ہی کو حقیقت تسلیم کرتے ہوئے کروڑوں اسلامیانِ عالم ہر سال جانوروں کی قربانی دے کر سنتِ ابراہیمیہ کو ادا کر رہے ہیں۔

بات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔ مجھے تو اپنے پیر و مرشد شیخ التفسیر حضرت لاہوری نوّر اللہ مرقدہٗ کے ذکرِ مبارک سے اس مضمون کا آغاز کرنا تھا۔ میرے والدِ مرحوم و مغفور امام طب حکیم عنایت حسین حضرت شیخ التفسیرؒ کے اوّلین چار مریدوں میں سے تھے۔ جنہوں نے حضرت شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ہر قسم کے شرک و بدعت سے بچنے اور اپنی زندگی کو رضائے الٰہی کے مطابق بسر کرنے کا عہد کیا تھا۔ الحمد للہ، میرے والدِ گرامی کو اس عہد پر کاربند رہنے کی توفیق مرتے دم تک اللہ تعالیٰ نے بخشی۔ اور انہوں نے لاکھوں کی آبائی جائداد کو ٹھکرا کر اپنے اہل و عیال کی پرورش رزقِ حلال و طیب سے کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مرتے دم تک کسی کا محتاج نہیں ہونے دیا اور مجھے بھی ہمیشہ یہی تلقین فرماتے رہے کہ بیٹا! ہمیشہ محنت مشقت کر کے رزق حلال کماؤ اور اسی سے اپنے اہل و عیال کی پرورش کرنا تو انشاء اللہ تم کسی کے محتاج نہیں ہو گے۔ یہ انہی کی تربیت اور حضرت شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ کے فیضانِ نظر کا نتیجہ ہے کہ چالیس برس کی ہنگامہ خیز صحافتی زندگی میں اپنے ضمیر کے خلاف کبھی ایک لفظ بھی تحریر نہیں کیا اور کسی کوٹھی، کار اور بنگلے کے بغیر ایک خاموش اور پُرسکون زندگی بسر کر رہا ہوں اور اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ یہی تلقین کرتا رہتا ہوں کہ اس چند روزہ عارضی زندگی کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر نہ رہ جاؤ بلکہ ہمیشہ موت کے بعد کی دائمی زندگی کا تصوّر قائم رکھنا۔ بلکہ صرف خوفِ خدا اور تصوّرِ آخرت ہی تمہیں زندگی کی گمراہیوں اور گناہوں سے بچا سکتے ہیں۔

والدِ گرامی نے حضرت شیخ التفسیرؒ سے بیعت کے ابتدائی زمانے میں محلہ دارا شکوہ نزد ریلوے اسٹیشن لاہور میں ایک مکان تعمیر کرایا۔ اور وہاں رہائش اختیار کر لی۔ اس زمانے میں یہ علاقہ زیادہ تر غیر آباد

> اس چند روزہ زندگی کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر نہ رہ جاؤ، بلکہ ہمیشہ موت کے بعد دائمی زندگی کا تصور قائم رکھنا، کیوں کہ صرف خوفِ خدا اور تصورِ آخرت ہی تمہیں زندگی کی گمراہیوں اور گناہوں سے بچا سکتے ہیں۔

اور ویران تھا۔ تھوڑے دنوں بعد ایک رات والد صاحب نے خواب میں دیکھا کہ کمرے کی سب کھڑکیاں اچانک کھل گئی ہیں اور ایک دھوآں سا ایک کھڑکی سے اندر داخل ہؤا ہے۔ اور ایک دراز قد سیاہ فام انسان جس کے سارے جسم پر راکھ ملی ہوئی ہے اور صرف ایک لنگوٹی باندھے ہوئے ہے والد صاحب کے سرہانے آکھڑا ہؤا۔ والد صاحب نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کس مقصد سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ تم تو مزے کی نیند سوتے رہتے ہو اور میں ساری رات تمہاری حفاظت کرتا ہوں۔ پھر تم مجھے نہیں پہچانتے؟ والد صاحب نے جواباً کہا۔ "تم ہماری حفاظت کرنے والے کون ہو؟ ہمارا محافظ حقیقی ہمارا پروردگار ہے اور وہی ہمیں کافی ہے۔ ہمیں تمہاری محافظت کی ہرگز ضرورت نہیں۔ ساتھ ہی والد صاحب نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا اور وہ شخص منہ بسورتا ہؤا دھوآں بن کر کھڑکی سے باہر فرار ہو گیا اور کھڑکیاں بند ہو گئیں ——— والد صاحب دوسرے دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ شیطان لعین تھا اور تمہیں بہکانے آیا تھا۔ تم نے بہت صحیح جواب دیا ——— اور اللہ تعالےٰ نے تمہارے ایمان کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھا ہے۔

میرے برادرِ گرامی مرحوم حکیم محمد حسن ۱۹۳۶ء میں سخت بیمار ہوئے۔ دسمبر ۱۹۳۶ء میں ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ چارپائی پر لیٹے ہیں۔ ان کے پاس ان کے استاذ رئیس الاطبا حکیم شیخ محمد حسین اور ایک ایلوپیتھ ڈاکٹر نور محمد کرسیوں پر بیٹھے ہیں کہ پوسٹ مین نے آکر ایک پوسٹ کارڈ انہیں دیا۔ اس پوسٹ کارڈ پر برادرِ مرحوم کا ایڈریس تحریر تھا اور اس پر صرف یہ لفظ تحریر تھے "۱۳ر مئی بروز منگل بوقت سہ پہر"۔ بھائی جان نے والد صاحب کو اپنا یہ خواب سنایا اور انہوں نے یہ خواب اپنی ڈائری میں نوٹ فرما لیا۔ جنوری کے مہینے بھائی جان روبصحت ہونے لگے۔ حتیٰ کہ مارچ کے مہینے تک بالکل تندرست ہو گئے اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ مارچ کے آخری اتوار شالامار کے میلے پر اپنے دوستوں کے ہمراہ گئے اور واپسی پر دوبارہ بسترِ علالت پر ایسے پڑے کہ پھر ان کا جنازہ ہی اٹھا۔ ان کی وفات پوسٹ کارڈ پر لکھے ہوئے تاریخ، دن اور وقت مقررہ پر ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی وفات پر والد صاحب نے ان کا خواب بیان کیا۔ حضرت شیخ التفسیرؒ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور اس موقع پر حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے بشارت دی کہ مرحوم کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہو گی ——— مرحوم ایک بے داغ کردار کے پابندِ صوم و صلوٰۃ نوجوان تھے۔ اور والد صاحب کو ان سے اتنی شدید محبت تھی جس کا نمونہ ہمارے لیے قرآن حکیم نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنے لختِ جگر حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کے تذکرے میں پیش کیا ہے۔

اسی زمانے میں مجھے ایک رات خواب میں شمس العارفین لسان الغیب خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ کی زیارت ہوئی۔ اور انہوں نے اپنا ایک مصرعہ سنایا۔ ؏

زبانِ خامہ ندارد سرِ بیانِ فراق

صبح اٹھتے ہی اس مصرعہ پر ایک غزل ہو گئی اور یوں میری شاعری کا آغاز ہؤا۔ پھر آج سے کئی برس پہلے قیامِ لائلپور کے دوران شاہِ ایران کی موجودہ شادی ہوئی۔ جس پر اٹلی کے ایک مشہور نجومی نے پیشین گوئی کی کہ شاہ ایران کے گھر بچہ نہیں بلکہ بچی پیدا ہو گی ——— جس روز اس پیشین گوئی کی اشاعت ہوئی اسی رات مجھے خواجہ حافظ شیرازیؒ خواب میں ملے اور انہوں نے فرمایا۔ ؏

شاہِ ایراں را خدا فرزند بخشد بالیقیں

چنانچہ میرا یہ خواب پاکستان کے کم و بیش سبھی اخباروں میں شائع ہؤا۔ اور آٹھ نو مہینے بعد اس خواب کے مطابق اللہ تعالےٰ نے شاہِ ایران کو نعمتِ فرزندی سے نوازا۔ اب تک خواجہ حافظ شیرازیؒ سے خوابوں میں میری ملاقات بیشتر ہوتی رہتی ہے۔

لڑکپن کے عہد میں میں نے ایک روز خواب میں ایک ہم جماعت کو دیکھا۔ میں والد صاحب کے ہمراہ لنڈے بازار سے گزر رہا تھا اور مچھلی خریدنے جا رہا تھا۔ راستے میں امرتسر جانے والی لاریوں کے اڈے پر مجھے وہ ہم جماعت ملا۔ اس سے سلام دعا ہوئی اور میرے استفسار پر اس نے بتایا کہ میں امرتسر جا رہا ہوں۔ ایک ہفتہ بعد میں والد صاحب کے ہمراہ اسی بازار سے گزرا۔ وہاں وہ ہم جماعت اسی خواب والی حالت میں ملا۔ اس سے وہی گفتگو ہوئی اور میں حیران رہ گیا۔

غالباً ۱۹۵۸ء میں میں روزنامہ سعادت لائلپور کی ایڈیٹری اور اپنی طبابت کے ساتھ ساتھ عبدالرحیم اشرف صاحب کے جرائد "المنبر" اور "رہنمائے صحت" کا ایڈیٹر بھی مقرر ہو گیا۔ اس زمانے میں فیروز سنز سے مجھے لاہور آکر ان کے ادارہ تصنیف و تالیف سے منسلک ہونے کی پیش کش ہوئی۔ والد صاحب کی مدت سے خواہش تھی کہ میں لائلپور چھوڑ کر ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ میں نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باعث فیروز سنز کی یہ پیش کش معذرت کے ساتھ واپس کر دی۔ والد صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کے لیے حاضر ہوتے رہتے کہ کسی طرح میں لائلپور چھوڑ کر لاہور چلا آؤں۔ ۱۹۶۱ء کے آخر میں ایک رات مجھے حضرت شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ خواب میں ملے اور فرمانے لگے "بس بہت ہو چکی اب لائلپور چھوڑ کر لاہور چلے آؤ"۔ اور میں اس حکم کی تعمیل میں لائلپور چھوڑ کر لاہور چلا آیا لیکن یہاں کئی روز کی بے کاری سے تنگ آکر میں دوبارہ لائلپور چلا گیا ——— چند روز گزرے تھے کہ مجھے حضرت شیخ التفسیرؒ خواب میں ملے اور انہوں نے فرمایا کہ "تم پھر لائلپور چلے آئے ہو۔ کل شام تک لاہور پہنچو"۔ ——— میں صبح اٹھا اور اپنا سامان سمیٹنے لگا۔ برادرم حافظ عبدالرشید یوسفی صاحب نے پوچھا۔ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا۔ میں لاہور جا رہا ہوں۔ انہوں نے سبب پوچھا۔ میں نے رات کے خواب میں حضرتؒ کا حکم سنا دیا۔ جمعہ کا دن تھا۔ انہوں نے کہا کہ نمازِ جمعہ ادا کر کے چلے جایئے گا۔ چنانچہ میں نمازِ جمعہ کے بعد لائلپور سے روانہ ہؤا۔ راستے میں لاری کی خرابی کے باعث رات ساڑھے آٹھ بجے لاہور پہنچا۔ گھر پہنچا تو والد صاحب کو پاؤں میں کسی تکلیف کے باعث چلنے پھرنے سے معذور پایا۔ وہ بھی مجھے دیکھ کر حیران ہوئے اور میری اچانک آمد کا سبب پوچھنے لگے۔ میں نے رات کا خواب سنایا۔ تو والد صاحب فرمانے لگے۔ شام سے پہلے تمہیں لاہور پہنچنا چاہیے تھا اور گھر آنے کے بجائے سیدھا حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچنا چاہیے تھا۔ میں نے کہا۔ اب صبح اٹھتے ہی حضرت صاحب کی خدمت میں حاضری دوں گا ——— صبح نمازِ فجر کے وقت گھر سے باہر نکلا اور مسجد تک پہنچا اور مسجد کے دروازے پر حضرت صاحب کے رات وصال فرما جانے کی اندوہناک خبر لکھی ہوئی پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں الٹے پاؤں گھر پہنچا اور والد صاحب کو حضرت صاحب کے انتقال کی اطلاع دی۔ والد صاحب نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور مجھے فرمانے لگے۔ تمہیں کہا تھا کہ سیدھے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ نہ جانے انہوں نے تمہیں کس مقصد کے لیے لاہور آنے کا حکم دیا تھا۔ میں نے گزارش کی کہ میرے خیال میں حضرت نے اپنے جنازہ میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کی غرض سے مجھے طلب فرمایا تھا۔

۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران والد صاحب بیمار تھے۔ ایک روز انہوں نے مجھے اپنا یہ خواب سنایا کہ "میں ایک لق و دق صحرا سے گزر رہا ہوں۔ کافی مسافت طے کرنے کے بعد میں ایک سرسبز وادی میں داخل ہو گیا ہوں۔ جہاں ساری زمین سبزہ زار ہے۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

حکمۃ اللہ البازغہ یعنی اردو ترجمہ حجۃ اللہ البالغۃ

علمِ اسرارِ دین یا فلسفۂ اسلام

○ اس علم کی تدوین پر اعتراضات کے جوابات ○ حجۃ اللہ البالغہ کی تصنیف کی ضرورت اور اہمیت

شیخ بشیر احمد بی اے، لودیانوی
محمد مقبول عالم بی اے، لاہور

حکیم الامت حجۃ الاسلام امام ولی اللہ دہلویؒ کی بے نظیر تصنیف حجۃ اللہ البالغہ کے اردو ترجمے کی اشاعت خدام الدین میں شروع کی گئی تھی۔ اس کی چھ قسطیں شائع ہو چکی تھیں۔ آخری قسط خدام الدین مورخہ ۱۶ر اکتوبر ۱۹۷۰ء میں چھپی تھی بعض ناگزیر اسباب کی بناء پر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ اب بفضلہ تعالیٰ یہ سلسلہ پھر شروع کیا جا رہا ہے۔ (مقبول)

اہلِ علم میں سے ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو ایک حد تک یہ جانتے ہیں کہ شرعی حکموں کا تعلق خاص مصلحتوں پر موقوف ہوتا ہے۔ اور عملوں پر جزا اس لیے ملتی ہے کہ وہ انسان کی ان نفسانی حالتوں سے پیدا ہوتے ہیں جن کے اثر سے نفسِ انسانی سدھرتا یا بگڑتا ہے جیسے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں فرمایا ہے کہ الا وان فی الجسد مضغۃً اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب (دیکھو! انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ سدھر جائے تو سارا جسم سدھر جاتا ہے۔ اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے یاد رکھو! وہ دل ہے)

لیکن یہ عالم لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس فن کی تدوین کرنا اور اس کے اصول و فروع یعنی اصلی اور ضمنی قاعدے مقرر کرنا ناممکن ہے۔ یا تو عقل کی رو سے کیونکہ اس فن کے مسئلے نہایت باریک اور گہرے ہیں۔ یا شرع کی رو سے کیونکہ علماءِ سلف نے اس علم کی تدوین نہیں کی — حالانکہ ان کا زمانہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے قریب تھا اور ان کا علم بھی نہایت وسیع تھا۔ گویا وہ سب اس علم کو ترک کرنے پر متفق تھے۔ یا بعض اہلِ علم کہتے ہیں کہ اس علم کی تدوین میں کوئی خاص فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ شرعی حکموں پر عمل ان کی مصلحتیں جاننے پر موقوف نہیں ہے۔

لیکن

یہ سب باتیں گمان غلط ہیں۔

— ان اعتراضوں کے جوابات —

اس علم کے مشکل ہونے کا جواب

جو لوگ کہتے ہیں کہ اس علم کے مسائل بہت باریک اور گہرے ہیں۔ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ اس فن کی تدوین بالکل ناممکن ہے تو مسائل کا باریک ہونا اس دلیل کے لیے مفید نہیں ہے۔ کیونکہ توحید باری اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم تو اتنا گہرا ہے کہ اس کا سمجھنا اور اس کا احاطہ کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس بندے کے لیے چاہا اسے آسان کر دیا۔

ایسے ہی ہر ایک علم بظاہر ایسا ہی دکھائی دیتا ہے کہ اس پر بحث کرنا محال ہے اور اس کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ لیکن جب اسے سمجھنے کے ذریعوں سے مدد لی جاتی ہے اور اس کی ابتدائی باتوں کو درجہ بدرجہ سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے، تو اس پر قدرت حاصل ہو ہی جاتی ہے۔ اور اس کے اصول وضع کرنے اور اس کے فروع اور متعلقات مرتب کرنے آسان ہو جاتے ہیں۔

اگر اس فن کے مشکل ہونے سے اس کی عام مشکلات مراد ہیں تو یہ تسلیم ہے۔ لیکن انہی مشکلات کی وجہ سے تو بعض عالموں کی بعض پر فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور مشکلات اٹھا کر اور تکالیف برداشت کر کے ہی مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور جب تک عقل تکلیف نہ اٹھائے اور سوچنے کی قوت کو انتہا تک استعمال نہ کیا جائے کسی علم پر حاوی نہیں ہوا جا سکتا۔

اس علم میں تصنیف نہ ہونے کا جواب

اُن کا یہ کہنا کہ علماءِ سلف نے اس فن کو مدوّن نہیں کیا۔ تو اس سلسلے میں ہم عرض کرتے ہیں کہ اُن کے اس علم کو مدوّن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس فن کے اصول اور اس کے فروع قائم کر چکے ہیں۔ اور بڑے بڑے فقیہ صحابہ کرام مثلاً امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، حضرت زید، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل کر اس فن پر بحث کر چکے ہیں۔ اور اس سلسلے میں اہم مسائل واضح کر چکے ہیں۔

اس کے بعد علماءِ دین اور سالکانِ راہ یقین علم کے ان خزانوں کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سینوں میں جمع کر دیے تھے۔ ضرورت کے مطابق ظاہر کرتے رہے ہیں۔ ان میں سے جب کسی عالم کو اس شخص کے ساتھ مناظرے میں مبتلا ہونا پڑتا تھا۔ جو شکوک و شبہات کا فتنہ کھڑا کرتا تھا۔ تو وہ بحث و تمحیص کی تلوار سونت کر کھڑا ہو جاتا اور اپنے ارادے کو پختہ کر کے اور اس میں اخلاص بھر کر پوری پوری جدوجہد کرتا اور بدعتیوں کے لشکروں کو تھکا تھکا کر شکستِ فاش دیتا تھا اور انہیں توڑ کر رکھ دیتا تھا۔

پھر ہم نے بعد میں غور کیا تو فیصلہ کیا کہ ایک ایسی کتاب تصنیف کی جائے جو اس فن کے اکثر ضروری اصول پر حاوی ہو تو وہ متفرق باتیں جمع کرنے کی بجائے زیادہ مفید ہو گی اور ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں ثابت ہو گی۔

اس علم پر پہلے کتابیں کیوں نہیں لکھی گئیں؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے پہلے لوگوں کے عقاید بالکل صاف اور صحیح تھے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے

قریب تھے۔ اُن میں آپس کے اختلافات بھی کم ہوتے تھے۔ جو باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تھیں۔ ان میں انہیں تفتیش کی ضرورت نہ ہونے کے باعث دل کا پورا اطمینان حاصل تھا۔ اس لیے انہیں اس بات کی ضرورت نہیں ہوتی تھی کہ وہ منقول کو معقول کے ساتھ تطبیق دیں۔ وہ اکثر گہرے علوم میں قابلِ اعتماد علماء سے مسائل دریافت کر لیتے تھے۔ ان حالات میں وہ اس علم یعنی علم اسرارِ دین کی تدوین سے بے نیاز تھے (اس بارے میں علم اسرارِ دین کی مثال ایسی ہے) جیسے ان کا زمانہ قرنِ اوّل کے قریب ہونے اور حدیث کے راویوں کے زمانے کے متصل ہوتے اور انہیں براہِ راست دیکھنے اور ان سے سننے کی وجہ سے اور معتبر علماء سے پوچھ سکنے کے سبب سے اور روایات میں اختلاف کم ہونے اور جھوٹی روایات کا احتمال نہ ہونے کے باعث انہیں حدیث کے تمام علوم پر کتابیں لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ مثلاً شرح غریب الحدیث، فقہ الحدیث، ضعیف و صحیح اور موضوع و ثابت روایات میں تمیز کرنے کا علم، علم اسماء الرجال اور راویوں کے مراتب عدالت کا علم، مشکل الحدیث، اصولِ حدیث، مختلف الحدیث۔ ان تمام علوم کی تدوین اور ان کے اصول و فروع کی ترتیب لمبے زمانے اور طویل مدت کے بعد ہوئی جبکہ ان کی ضرورت پیش آئی اور مسلمانوں کی بھلائی ان پر موقوف ہو گئی۔

اسی طرح سے جب (شرعی احکام پر بحث کرنے والے) فقہاء میں اس وجہ سے اختلافات زیادہ ہونے لگے کہ ان احکام کی علتیں کیا ہیں اور یہ بات یہاں تک بڑھی کہ ان علتوں کے بارے میں بحثیں پیدا ہو گئیں۔ کہ احکام کی یہ علتیں اُن مصلحتوں تک لے جاتی ہیں۔ یا نہیں جو شرع میں معتبر ہیں۔ (یعنی شرع میں جن مصلحتوں کا خیال رکھا جاتا ہے وہ احکام ان کے مطابق ہیں یا نہیں) اور اکثر دینی مباحث میں عقلی دلائل سے کام لیا جانے لگا جس سے اعتقادی اور عملی عقائد کے اصولوں میں شکوک و شبہات پیدا ہونے لگ گئے تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ نصوص نقلیہ یعنی قرآن و حدیث کی باتوں کے لیے عقلی دلائل قائم کرنے کی کوشش کرنا اور منقول کو معقول کے ساتھ تطبیق دینا اور مِن کر حاصل کیے ہوئے امور اور ان کے سمجھے ہوئے مفہوم میں مطابقت پیدا کرنا دین کی بہت بڑی خدمت اور مسلمانوں کے اختلافات دور کر کے ان میں اتحاد پیدا کرنا سعیٔ جمیل قرار پایا اور اسے قربِ الٰہی کا بہت بڑا ذریعہ اور نفلی عبادتوں میں سے سب سے بڑی عبادت شمار کیا جانے لگا۔ (جاری ہے)

بقیہ: خوابوں کی دنیا

چاروں طرف بلند و بالا درخت ہیں اور قدم قدم پر پھولوں کی کیاریاں لہلہا رہی ہیں چشموں اور آبشاروں سے شفاف پانی بہہ کر موسیقی کی لہریں پیدا کر رہا ہے ساری فضا خوشبو میں بسی ہوئی ہے جس سے مشامِ جان معطر ہو رہا ہے۔ اتنے میں چند آوازیں سنائی دینے لگیں۔ "صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ آ گئے آ گئے، صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ" ــــ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ سامنے سے میرے استقبال کے لیے ہاتھ پھیلائے تشریف لا رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور مصافحہ اور معانقہ فرمایا۔ اور میری نیند کھل گئی۔"

والد صاحب نے یہ خواب سنا کر مجھے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ میں اب جلد ہی سفرِ آخرت پر روانہ ہونے والا ہوں ــــ اور اس خواب کے ہفتہ عشرہ بعد والد صاحب انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اور پھر حضرت شیخ التفسیرؒ کے فرزند ارجمند مرحوم حافظ حمید اللہ صاحب کے انتقال فرما جانے کے کچھ عرصہ بعد مجھے خواب میں حضرت شیخ التفسیرؒ اپنے والدگرامی مرحوم اور حافظ حمید اللہ صاحب کی ایک مجلس دکھائی گئی۔ جس میں حضرت شیخ التفسیرؒ اور والد مرحوم سے میری ایک خاص گفتگو ہوئی۔ اس گفتگو کی تعبیر میں کئی روز تک سوچتا رہا۔ اور اس کے ہفتہ عشرہ بعد جب حافظ حمید اللہ صاحب کی اہلیہ محترمہ بھی وفات پا گئیں اور میں مرحومہ کے جنازہ میں شریک ہوا تو اس خواب کی تعبیر مل گئی۔

جدید علمِ نفسیات کے ماہرین خوابوں کے بارے میں جو نظریات اور فلسفہ بیان کرتے ہیں۔ میری طرح بیشتر لوگوں کے تجربات و مشاہدات ہی انہیں جھٹلانے کے لیے کافی ہیں۔ دراصل تخلیق و پیدائش کائنات کے بارے میں اُن کا تمام تر فلسفہ مادہ کی بنیاد ہی کے اردگرد گھومتا ہے۔ وہ جب خالق کائنات ہی کے قائل نہیں تو اُس کی قدرتوں، معجزات اور عجائبات کے قائل کیونکر ہو سکتے ہیں؟ اس لیے سب سے پہلے اُن سے کائنات کے خالق کو تسلیم کرانا ضروری ہے۔ جب وہ خالق کائنات کو تسلیم کر لیں گے تو ان کا مادی فلسفہ خود بخود غلط ہو جائے گا۔ اور انہیں روح کے وجود کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں رہے گا۔ اس کے بعد وہ جوں جوں اس کائنات میں غور و فکر کرتے جائیں گے۔ ان پر یہ ساری گتھیاں کھلتی جائیں گی۔ اور خواب، استخارہ، رویائے صادقہ، الہامات، القاء، وحی کی حقیقت کے قائل ہوتے جائیں گے اس کا آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے نفس کو، اپنے آپ کو پہچاننے کی کوشش وحی الٰہی یعنی قرآن حکیم کی روشنی میں کریں۔ اپنی حقیقت سے آگاہی کے بعد وہ اپنے رب کو یقیناً پہچان سکیں گے اور وہ حقیقتیں جن کا وہ بالعموم مذاق اڑاتے ہیں ان پر کیفیت بن کر طاری ہو جائیں گی۔ اور جب انہیں کسی اللہ والے کی صحبت میسر آ گئی تو وہ قیل و قال سے گزر کر خود صاحبِ حال ہو جائیں گے۔ لیکن اس کے لیے اس تمنا کا بیدار ہونا ضروری ہے کہ ؎

عطا اسلاف کا سوزِ دروں کر
شریکِ زمرۂ لایحزنون کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا! مجھے صاحبِ جنوں کر

بقیہ: خطبہ جمعہ

سے نمازِ جمعہ کی اذان کے بعد کاروبار کرنا بالکل حرام ہے۔ اذان کے بعد ہر کام اور کوشش مسجد میں آنے کے لیے ہونی چاہیے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ تحریک کشمیر میں ملتان سنٹرل جیل میں جن دنوں تھے تو ہر جمعہ کو غسل کر کے دُھلے ہوئے کپڑے زیبِ تن فرماتے اور جیل کے دروازے تک آ کر واپس ہو جایا کرتے۔ آخر ایک روز جیل کے حکام اور جیل کے دوسرے ساتھیوں نے ایسا کرنے کی وجہ دریافت کرنا چاہی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جمعہ کی نماز مسجد میں جا کر ادا کرنا فرض ہے اس فرض کی ادائیگی کے لیے میں پوری تیاری کر کے مسجد کو جاتا ہوں لیکن جیل کا دروازہ بند پا کر واپس ہو جانا پڑتا ہے کیونکہ اس کا کھولنا میرے بس میں نہیں ہے جو میرے اختیار میں تھا وہ میں نے کر دیا۔ آگے اللہ کے اختیار میں ہے۔"

یعنی نمازِ جمعہ کے دینی فریضہ کی ادائیگی کے لیے جو کوشش آپ کے اختیار میں تھی وہ ہر جمعہ کی جاتی اور آخر پر جیل سے باہر نہ جا سکنے کی وجہ سے وہ فریضہ آپ سے ساقط ہو جاتا ــــ وہ لوگ جو مسلمان ہیں۔ آزاد اور عاقل بالغ ہیں۔ لیکن جمعہ کے روز بھی مسجد میں نہیں آتے انہیں اپنے متعلق سوچنا چاہیے۔ کہ انہیں عمل کرنے سے کس نے روک لیا ہے کیا ان کے پاؤں میں دنیا کی محبت کی بیڑیاں تو نہیں پڑی ہوئیں جن کی وجہ سے ان کے پاؤں دین کے لیے چلنے سے بوجھل ہو گئے ہیں اور کیا وہ شیطان کے دامِ فریب میں تو نہیں پھنس گئے جو ان کا ازلی دشمن ہے۔ اور انہیں پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے غصے، ناراضگی اور عذابِ جہنم کے گڑھے میں پھینک دینا چاہتا ہے۔

دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنے احکام پر عمل کرنے کی توفیق دے و شیطان اور نفس کے شر سے محفوظ رکھے اور خاتمہ ایمان پر ہو۔ آمین! ثم آمین! یا اللہ العالمین!

❁ ❁ ❁

تنقید و تبصرہ

بغرض تبصرہ مرسلہ مطبوعات کے دو نسخے بھیجنا ضروری ہیں

حکیم آزاد شیرازی

مطبوعاتِ جدیدہ

اصحاب بدر ● الایمان ● گلدستۂ طب

★ اصحابِ بدر

تصنیف : قاضی محمد سلیمان منصور پوری مرحوم
صفحات : ۱۴۴
قیمت : مجلد، نو روپے
ناشر : مکتبہ نذیریہ۔ اینگلین سٹریٹ اچھرہ، لاہور

بدر البدور المعروف اصحاب بدر مشہور مؤرخ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری مرحوم مصنف "رحمۃ للعالمین" کی تصنیف ہے۔ جو غزوۂ بدر کے تفصیلی حالات اور اس غزوہ میں شریک ہونے والے ۳۱۳ صحابہ کرامؓ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئی تھی اور ایک عرصہ سے ناپید تھی۔ چنانچہ قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں پہلی مرتبہ مکتبہ نذیریہ نے نہایت اہتمام کے ساتھ عمدہ کتابت سفید کاغذ اور جدید طرز طباعت سے مزین کر کے طبع کی ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری مرحوم اپنی ایک ہی تصنیف "رحمۃ للعالمین" کے باعث عالمگیر شہرت کے حامل ہو چکے ہیں۔ جس طرح رحمۃ للعالمین میں مرحوم نے اپنی تحقیق کی داد حاصل کی ہے۔ اسی طرح اصحابِ بدر میں بھی مرحوم نے نہایت جستجو اور تحقیق سے غازیانِ غزوۂ بدر کے حالاتِ زندگی معلوم کر کے تحریر فرمائے ہیں۔ نیز غزوۂ بدر کے بھی تفصیلی حالات اس انداز سے تحریر کیے ہیں کہ پڑھنے والے کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ مصنف ان حالات کا عینی شاہد ہے۔

اصحابِ بدر میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالاتِ زندگی بھی موجود ہیں۔ اس سلسلے میں مصنف نے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے باہمی تعلقاتِ اخوت و مودت بھی مستند حوالوں سے بیان کرتے ہوئے ان لوگوں کے خیالات کی تردید کی ہے جو ہر دو بزرگواروں کے تعلقات کو بھیانک اور گھناؤنی صورت میں دکھلایا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں مصنف نے حضرت علیؓ کی کتاب نہج البلاغہ کا حوالہ دیا ہے۔ جس کی صحت سے اہل تشیع حضرات کے لیے انکار کی گنجائش ہرگز نہیں۔ مصنف نے غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے شہدائے بدر، مہاجرین اور انصار حضرات کا الگ الگ بیان کر کے گویا کتاب کو ہر پہلو سے مکمل کر دیا ہے۔

اس کتاب کے سرورق پر تصحیح و نظر ثانی کا کام کرنے کی حیثیت میں مولانا محمد حنیف یزدانی کا نام بھی درج ہے جو غالباً خود ہی ناشر ہیں ——— ہمیں تلاش بسیار کے باوجود ایک آدھ حاشیہ کے سوا موصوف کی تصحیح اور نظر ثانی کی کوئی واضح مثال دستیاب نہیں ہو سکی۔ مثلاً صفحہ ۲۰ میں قاضی صاحب مرحوم نے لکھا ہے :-

"حضرت صدیقؓ کی مرویات حدیث کی تعداد ——— ہے۔ صحیح بخاری میں ——— صحیح مسلم میں ——— متفق علیہ ——— دیگر کتب میں ———"

اس پر یزدانی صاحب نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ "افسوس ہے کہ یہاں قاضی صاحب تعداد لکھنا بھول گئے" ——— اور بس۔ تصحیح اور نظر ثانی کا تقاضا تو یہ تھا کہ یزدانی صاحب یہاں قاضی صاحب کی اس فروگذاشت کی تلافی فرماتے اور ان احادیث کی تعداد بیان کر کے اس خلا کو پُر کرتے۔

اسی طرح اصحاب بدر میں مہاجرین کی تعداد میں شروع سے نمبر درج کیے گئے ہیں لیکن ۴۷ نمبر کے بعد ۶۰ تا ۹۰ نمبروں کا اندراج چھوڑ دیا گیا ہے پھر صفحہ ۶۹ پر ۶۰ نمبر سے نمبروں کا اندراج شروع کیا گیا ہے لیکن ص۷۶ پر ۸۲ لکھنے کے بعد دوبارہ یہ سلسلہ منقطع کر دیا گیا ہے۔ یہی صورتِ حال انصار کے تذکرہ میں ہے جس کی مثالیں صفحہ ۸۴، ۱۰۱ تا ۱۲۴، ۱۳۳ تا ۱۴۰، موجود ہیں۔ اور گستاخی معاف یہ مثالیں تصحیح اور نظر ثانی کی عمدہ مثالیں ہرگز نہیں۔

اس سلسلے میں سب سے فاش غلطی کتاب کے سرورق پر "غزوۂ بدر" کو "جنگ بدر" لکھنے کی ہے۔ جبکہ مرحوم مصنف نے ہر جگہ "غزوۂ بدر" ہی لکھا ہے۔ بلکہ ص۲۴ پر ان غزوات کے نام اور تعداد بھی موجود ہے۔ جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس شریک ہوتے۔

امید ہے کہ طبع ثانی میں ان کوتاہیوں کی تلافی فرمائی جائے گی۔

ہماری رائے میں یہ کتاب اس لائق ہے کہ انٹرمیڈیٹ کے اسلامیات (اسلامک سٹڈیز یا اسلامک ہسٹری) کے نصاب میں شامل کی جاتی۔ تاکہ ہماری آئندہ تعلیم یافتہ نسل اپنے آباؤ اجداد کے ناموں اور ان کے کارناموں سے آگاہی حاصل کر سکیں۔ اور دنیا کو ایک بار پھر اپنے کردار سے غزوۂ بدر بپا کر کے دکھا دیں ؎

مرا ایمان ہے آزاد پھر اسلام ہو زندہ
جو نکلیں اور ایسے اہلِ ایماں تین سو تیرہ

★ الایمان، حصہ اوّل

مصنف : حکیم محمد ابراہیم خلیل
صفحات : ۲۰۸ قیمت درج نہیں
طابع و ناشر : ادارہ ظفر لائبریری گرجاکھ۔ گوجرانوالہ

حکیم محمد ابراہیم خلیل اس سے پہلے بھی بعض دینی کتابیں تالیف کر چکے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے "الایمان" نام کی کتاب شائع کی ہے۔ جس میں قرآن حکیم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں نہایت سادہ، سلیس اور عام فہم زبان میں ایمان کے معنی و مفہوم اور وضاحت بیان کی ہے۔ اس کتاب کے مندرجات کا اندازہ ان عنوانات ہی سے ہو جاتا ہے جن میں سے چند یہ ہیں (۱) ایمان کے معنی و مفہوم (۲) ہو ایمان (۳) ایمان باللہ (۴) ایمان کی ضرورت (۵) ایمان بالغیب کیا ہے (۶) ایمان کا حصول (۷) علم کی اہمیت (۸) معرفت الٰہی (۹) تقویٰ (۱۰) توبہ و انابت (۱۱) نیکی گناہ اور توبہ کی حقیقت (۱۲) شرک (۱۳) نفاق (۱۴) ایمان بلا عمل (۱۵) مخلوط ایمان (۱۶) مراتب ایمان (۱۷) حلاوت ایمان (۱۸) انما الاعمال بالنیات وغیرہ۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس مختصر کتاب میں فاضل مؤلف نے ان موضوعات پر لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔

ہم ہر پڑھے لکھے مسلمان سے عموماً اور دینی ذوق و شوق رکھنے والے حضرات سے خصوصاً اس کتاب کے مطالعے کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔

★ گلدستہ طبّ و صحّت مؤلف حکیم نور احمد

صفحات ۲۵۴ - قیمت ۷ روپے
ناشران : حکیم اکرام الحق حکیم سرفراز احمد عبدالکریم روڈ قلعہ گوجر سنگھ لاہور

حکیم نور احمد صاحب کا نام اس لیے محتاجِ تعارف نہیں رہا کہ گزشتہ کئی سالوں سے ان کا طبی کالم روزنامہ مشرق لاہور میں شائع ہوتا ہے۔ انہی کالموں میں شائع ہونے والے ان کے بعض مضامین کو یکجا کر کے شائع کیا گیا ہے۔ حکیم صاحب کا موضوعِ تحریر عموماً سبزی، پھل اور پودے ہوتا ہے۔

آج سے کم و بیش نصف صدی پیشتر مشہور طبیب الحاج حکیم مولوی محمد عبداللہ صاحب (روڑی حصار والے) نے اس موضوع پر مختصر کتابچے تحریر فرمائے تھے۔ حکیم مولوی محمد عبداللہ صاحب قیام پاکستان کے بعد جہانیاں ضلع ملتان میں قیام پذیر ہوئے اور ضعیف العمری کے باوجود اب تک خدمتِ خلق میں مصروف ہیں۔ ان کے یہ کتابچے مشہور ناشر شیخ محمد اشرف صاحب کشمیری بازار لاہور نے لاکھوں کی تعداد میں شائع کیے اور اب بھی ہوتے رہتے ہیں۔ ان کتابچوں کے نام عموماً خواص مولی، خواص گاجر، خواص لہسن، خواص پیاز، خواص ادرک، خواص انڈہ وغیرہ رکھے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حکیم نور احمد صاحب نے اپنے مضامین

(باقی ص۲۰ پر)

اصلاح معاشرہ

مولانا محمد عبد المنان آختر

کسی چیز پر بحث کرنے سے پیشتر اس کا لغوی اور اصطلاحی تعارف ضروری ہوتا ہے مضمون زیر نظر میں معاشرہ کی اصلیت معاشرہ کے بگاڑ کے اسباب اور صحیح اسلامی معاشرہ کے قیام پر ایک سرسری نظر ڈالی گئی ہے امید ہے بلکہ یقین اکمل ہے کہ اگر ہم ان چیزوں کو عملاً اپنالیں تو کوئی وجہ ہی نہیں کہ ایک صحیح اسلامی معاشرہ قائم نہ ہو جس کی دید کے لیے مدت مدیدہ سے آنکھیں ترس رہی ہیں اور دل بے قرار ہے۔

معاشرہ کے لغوی معنی ہیں باہم مل جل کر رہنا۔ اور اکٹھے زندگی کے ایام گذارنا اور اصطلاح میں معاشرہ سے مراد کسی ملک علاقہ یا جگہ کے لوگوں کی طرز زندگی ہے جس میں ان کی خانگی و ملکی علاقائی اور شہری زندگی کے تعلقات قائم ہوں۔ پھر چونکہ عملی زندگی لازماً لامحالہ کسی عقیدہ یا نظریہ کا ماحصل یا نتیجہ ہوا کرتی ہے اس لیے ہر معاشرہ اپنے مخصوص عقائد و نظریات اپنے دامن میں لیے ہوتے ہوتا ہے۔ بنا بریں اسلامی معاشرہ جن خصوصیات کا حامل ہے۔ دنیا کے مذاہب اسلامی معاشرہ کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ جب اسلام سب مذاہب سے ممتاز ہے تو لازماً اسلامی معاشرہ بھی سب معاشروں سے ممتاز ہوگا۔ کیونکہ یہ خالق المخلوقات کا بتایا ہوا راستہ اور وضع کیا ہوا اصول ہے۔ خالق و مخلوق میں جتنا فرق ہے اتنا ہی فرق اسلامی معاشرہ اور دوسرے معاشروں کا ہے۔ اسلامی معاشرہ سے مراد وہ طرز زندگی ہے جس میں مذہبی، سیاسی، معاشی، قانونی غرضیکہ تمام شعبے اللہ کی ہدایت کے مطابق عمل پیرا ہوں قرآن کریم میں سورۃ انفال کی مندرجہ ذیل آیت اصلاح معاشرہ کے لیے ایک روح کی حیثیت رکھتی ہے جس کے بغیر معاشرے میں جان نہیں آسکتی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

فاتقوا اللہ واصلحوا بینکم واطیعوا
اللہ ورسولہٗ ان کنتم مومنین۔

سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور آپس میں تعلقات درست رکھو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔

یعنی سچے مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ اپنے معاشرہ کو نہ بگڑنے دیں، آپس میں صلح و آشتی سے رہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر جھگڑے نہ ڈالیں۔ اپنی آراء و جذبات سے قطع تعلق کرکے محض خدا اور اس کے رسولؐ کا حکم مانیں۔ غرضیکہ اپنا ہر مسئلہ خدا اور اس کے رسولؐ کی عدالت سے کرائیں اور جو فیصلہ ہو سر تسلیم خم کردیں اسی معبود حقیقی کے سامنے سر عبودیت جھکائیں گھر ہو، دفتر ہو، کارخانہ ہو، دوکان ہو، مکتب ہو، مسجد ہو، تنہائی ہو، جماعت ہو، ہر مقام پر اور ہر لمحہ پر خدا کے حکم کو مانیں۔ ایمانی تقاضے ملحوظ رکھیں۔ اور قرآن و سنت کو مشعل راہ بناکر کفار کے اطوار و عادات سے دور رہ کر اس سفر کو طے کریں۔ یہ مسلمان کامل کی علامت ہے اور یہ صحیح اسلامی معاشرہ ہے۔

سبحان اللہ! یہ قرآن کی فصاحت و بلاغت ہے کہ کتنی بڑی بات ایک چھوٹے سے جملے میں بیان کردی۔ گویا پورے اسلامی معاشرے کا نقشہ کھینچ رکھا ہے۔

اگر مذکورہ بالا افراد میں سے ہر ایک اپنے کام میں خدا خوفی و خدا ترسی کا جذبہ لے کر مشغول ہوجائے تو معاشرے کی مشینری خود بخود درست ہوجائے گی۔ معاشرے کی مثال ایک جسم کی اور ایک مشین کی سی ہے کہ اگر ایک پرزہ خراب ہوگیا ایک عضو درد میں مبتلا ہوگیا تو صرف یہ کہ وہی عضو درد میں مبتلا ہوگا وہی عضو بے کار ہوگا بلکہ یہ درد و نقص ساری مشینری اور سارے جسم کو لے بیٹھے گا۔ اس مثال سے سمجھ لینا چاہیے کہ سارے مسلمان ایک مشینری کے پرزے ہیں ایک کے بیکار ہوجانے سے ساری مشینری بے کار ہوجاتی ہے۔ اگر افراد کا کردار صحیح ہو تو معاشرہ بگڑ ہی نہیں سکتا۔ افراد کے برے کردار سے معاشرے کا جسم پارہ پارہ ہوگیا ہے اگر ہم زخموں کا اندمال چاہتے ہیں تو آیت بالا میں جو تین چیزیں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمائی ہیں۔ ان کو عملی زندگی میں جگہ دیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں ڈرنا، کسی وقت بھی خدا کا خوف دل سے نہ نکالنا۔

(۲) آپس میں صلح و محبت و آشتی سے رہنا۔

(۳) حکم ربانی اور سنت نبوی کی پیروی کرنا۔

یہ تین چیزیں اصلاح معاشرہ کی بنیاد اور اسلامی معاشرہ کی روح ہیں، یہی اصول تو تھے جن کی بدولت اہل عرب وہ بدو، وہ بادیہ نشین جن میں جہالت، گمراہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ایک مختصر سی مدت میں تہذیب و تمدن کے ایک اونچے مینار پر نظر آنے لگے، یہ ان پر مذہب اسلام کا احسان تھا کہ ان کا معاشرہ دنیا بھر کے لوگوں کے لیے عملی نمونہ بن گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت، نفاست، دیانت، عفت کی وجہ سے ان کے ایمان کو معیار ٹھہرایا۔ جہاں ان کا معاشرہ دنیا کے لیے معیاری حیثیت رکھتا تھا وہاں ان کے ایمان کو معیار ٹھہراکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (۲-۱۳۷)

اگر وہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے تو وہ راہ پائیں گے۔

آہ! پھر کیا تھا وہ مسلمان جس نئے ملک میں قدم رکھتے وہاں کے لوگ ان کی قوت و صداقت ایمانی اور عملی زندگی سے اور ان کے معاشرے سے اسقدر متاثر ہوتے کہ اسلام قبول کرلیتے اور اپنا پرانا معاشرہ ترک کرکے اسلامی معاشرے کو جنم دیتے اور نہ صرف اپناتے بلکہ اسلامی معاشرہ کی پرورش اور نشو و نما کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردیتے۔ تاریخ اس کی بیشمار مثالیں پیش کرکے ثابت کرتی ہے کہ بڑے بڑے درباروں میں جاتے اور سنت کی پیروی کو سب سے مقدم سمجھتے۔ اس وقت کے قیصر و کسریٰ جو بڑی طاقتیں شمار ہوتی تھیں، کے درباروں میں بڑے فخر سے اپنے معاشرے پر عمل پیرا ہوتے۔ ذرا بھی اسلامی اصول کو ترک کرنا گوارا نہ ہوتا۔ لومت لائم کی پرواہ نہیں ہوتی تھی اگر پرواہ ہوتی تھی تو اس چیز کی کہ کسی وقت بھی حکم ایزدی اور سنت نبوی کے خلاف کوئی عمل نہ ہونے پائے۔ آہ کسی نے خوب کہا ہے ؎

لومتِ لائم سے گھبراتے نہیں ہیں وہ لوگ
خدمتِ دیں جو بہر خدا کرتے ہیں

مگر افسوس! آج ہم اسلام کا نام تو لیتے ہیں مگر باوجود اس کے معاشرے کو بگاڑ رہے ہیں، مغربی تہذیب کے دلدادہ ہوکر اس کے اپنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور اسلامی معاشرے کو اپناتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہیں اسی وجہ سے کہ ہم دین اور اسلام کے ساتھ دھوکہ کرتے ہیں، ہر طرف سے ظلم کے پہاڑ ہم پر ڈھائے جاتے ہیں یہ ہمارے اپنے اعمال کے نتائج ہیں کہ ہم نے قرآن حکیم کو چھوڑ دیا، سنت رسولؐ کو ترک کردیا۔ یورپ کی تقلید میں آگے بڑھ گئے۔ اسلام کو نہ سمجھا تو ان حالات کا منہ دیکھنا ہی تھا۔ خوب کہا ہے ؎

اگر درس قرآں نہ ہم نے بھلایا ہوتا
تو یہ زمانہ، نہ زمانہ نے دکھایا ہوتا

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

سرور کائنات، فخر موجودات، محمد مصطفےٰ، احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اس تاریخی خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ جب تک تم ان چیزوں کے عامل رہو گے اور ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے۔ وہ دو چیزیں کیا ہیں۔

(۱) کتاب اللہ۔ اللہ کی کتاب قرآن مجید

(۲) سنت رسول۔ خدا کے رسول کی سنت

اگر آج ہم صدق دل سے ان ہدایت کی مشعلوں کو دلوں میں روشن کردیں۔ تو ضلالت و گمراہی ہمارے قریب نہیں آسکتی، معاشرے میں پاکیزگی اور تطہیر آجائے گی۔ اور معاشرہ سنور جائے گا، تندرست اور صحیح معاشرہ دیکھنے میں آئے گا اور کیوں نہ آئے۔ جب ہم میں سے ہر ایک فرد خدا اور خدا کے رسول کے حکم کی تعمیل میں ایک دوسرے سے آگے بڑھے گا تو کھویا ہوا وقار ہمیں دوبارہ ملے گا۔ اور نصرت ایزدی ہمارے قدم چومے گی۔

معاشرے کے بگاڑ کے اسباب

اب ہم نے معاشرے کے بگاڑ کے اسباب کو دیکھنا ہے کہ ہمارے معاشرے کو کس چیز نے اور کس طرح بگاڑا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہی وہ اسباب اور عوامل ہمیں بتاتی ہے جنہوں نے معاشرے کو متعدی بیماری میں مبتلا کردیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

واذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها
ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها

(باقی صفحہ ۸ پر)

اسلامی تعلیمات

وَالْعَصْرِ ۞ قسم ہے زمانے کی۔
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۞ یقیناً انسان خسارے میں ہے
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۞ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور حق کی تلقین اور صبر کی وصیت کی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس سورت کی اہمیت کے متعلق فرمایا کرتے تھے اگر قرآن میں صرف یہی ایک سورت نازل ہوتی تو سمجھدار بندوں کے لیے کافی تھی۔

صحابہ کرامؓ کا دستور تھا جب وہ کسی سے ملتے، سفر پر جاتے یا واپس آتے تو ہمیشہ یہ سورت ایک دوسرے کو نصیحت اور وصیت کے طور پر سنایا کرتے تھے۔ جس سورت کو ہمارے بزرگ اس قدر اہمیت دیتے ہیں آیئے غور کریں آخر اس میں کیا ایسی چیز ہے۔ یہ سورت اشارہ کرتی ہے کہ انسان بدعملی کی وجہ سے خسارے کی طرف جا رہا ہے اور اس نقصان سے بچاؤ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر چار قسم کی خوبیاں پیدا کریں۔ (۱) ایمان (۲) عمل صالح (۳) تبلیغ حق (۴) صبر۔ آیئے اب ان چار امور کو ذرا تفصیل سے دیکھیں۔ ایمان: یعنی پیغمبر خدا کی بتائی ہوئی حقیقتوں کو زبان سے ماننا اور دل سے ان کی سچائی پر یقین رکھنا اور ان کے مطابق عمل کا ارادہ کرنا۔ دوسرے لفظوں میں ایمان دل سے خدا اور اس کے رسول کے احکام کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔

حضرت مسلم بن یسار حضرت طلحہؓ کے غلام تھے حضرت طلحہؓ کی صحبت سے حضرت مسلم بن یسار بھی اسلام اور ایمان کی حقیقت سے واقف تھے۔ حضرت مسلم بن یسار اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ پر مکمل ایمان کا مطلب ہے کہ انسان ان تمام باتوں کو چھوڑ دے جو اللہ کو ناپسند ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بندے کا ایمان کس کام کا ہے اگر وہ خدا کی ناپسندیدہ باتوں کو نہیں چھوڑتا۔

عمل صالح

عمل صالح کے معنی نیک کام اور درست اعمال کے ہیں کیونکہ محض علم کچھ نہیں جب تک اس میں درستی اور پاکیزگی نہ ہو۔ یہ غلط ہے کہ صرف خدا کی عبادات ہی عمل صالح کہلاتی ہیں۔ عمل صالح سے مراد زندگی کی ہر دوڑ میں کردار کی درستی، خدا خوفی اور پرہیزگاری ہے۔ حضرت سعید بن مسیب نماز باجماعت کا بڑا خیال رکھتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ چالیس برس تک انہوں نے ایک دفعہ بھی نماز باجماعت نہیں چھوڑی۔ اس اہتمام عبادت کے باوجود جب ان کے غلام برد نے ان سے بعض آدمیوں کی کثرت عبادت کا ذکر کیا تو فرمایا برد خدا کی قسم یہ عبادت نہیں ہے عبادت الٰہی کے معنی ہیں امور الٰہی کی تعمیل کرنے اور جن امور سے منع کیا گیا ہے۔ ان امور سے بچنے کو۔

تبلیغ حق

تواصوا بالحق۔ کے معنی حق کی وصیت کرنا ہے اس کا مطلب درستی اور صداقت یعنی دین اسلام کی اشاعت کرنا ہے اسلام کا پرچار کرنے کے لیے جلسے جلوس منعقد کرنے سے تو لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات دور اندیشی کی حکمت عملیوں سے جوق در جوق لوگ مسلمان ہوتے ہیں اس قسم کی تبلیغ کا سہرا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سر ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے برسر حکومت آتے ہی حکم دیا کہ جو آدمی اسلام قبول کرلے اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے اس سے قبل اسلام قبول کر لینے کے بعد بھی ہر آدمی پر جزیہ قائم رہتا تھا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے فرمان پر عمل ہوا تو لوگ ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ہونے لگے اور کئی پورے کے پورے علاقے حلقہ اسلام میں آگئے۔

اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی المہاجر کی تبلیغ سے سارے مغرب میں اسلام پھیل گیا تھا

صبر

صبر و ثبات سے کامیابی کی آخری منزل قریب آتی ہے کوئی مشکل بھی بغیر صبر کے آسان نہیں ہو سکتی۔ آزمائش کی گھڑیوں میں صبر کامیابی کے لیے انتہائی ضروری صفت ہے۔ حضرت عروہؓ بن زبیر عبدالملک کے پاس شام گئے ایک روز وہ اپنے لڑکے کے ہمراہ شاہی اصطبل میں گئے۔ ان کا لڑکا ایک گھوڑے پر سوار ہوا لیکن گر پڑا اور وہیں جان بحق ہو گیا۔ تھوڑے دن بعد حضرت عروہ بن زبیر کے پاؤں پر ایک پھوڑا نکل آیا۔ اطباء نے کہا۔ پاؤں کاٹ دینا چاہیے ورنہ زہر چلے جسم میں پھیل کر موجب ہلاکت ہوگا۔ حضرت عروہ نے اپنا پاؤں کٹوانے کے لیے بڑھا دیا۔ طبیب نے کہا تھوڑی سی شراب پی لو۔ تاکہ تکلیف کا احساس کم ہو۔ حضرت عروہ نے جواب دیا میں حرام سے مدد نہ لوں گا۔ بے شک مجھے اس مرض میں صحت کی امید ہے تو پھر کوئی اور بے ہوشی کی دوا لیجیے۔ طبیب نے مشورہ دیا۔ فرمایا میں یہ بھی نہیں کر سکتا کہ میرے جسم کا ایک حصہ کاٹا جائے اور میں اس کی تکلیف کو محسوس نہ کروں۔ جب پاؤں کاٹنے لگے تو چند آدمی سنبھالنے کے لیے آئے۔ حضرت عروہ نے پوچھا تمہارا کیا کام۔ انہوں نے جواب دیا بعض اوقات درد کی شدت میں صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اس لیے ہم آپ کو سنبھالنے کے لیے آئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ انشاء اللہ مجھے تمہاری مدد درکار نہ ہوگی۔ طبیب نے پاؤں کاٹ ڈالا اور حضرت عروہ نہایت استقلال کے ساتھ بیٹھے رہے اور زبان خدا کی تعریف میں مشغول رہی اور فرمایا کہ اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے میرے چار ہاتھ پاؤں میں سے صرف ایک ہی لیا اور میرے چار بیٹوں میں سے صرف ایک ہی لیا۔ اگر تو نے کچھ لیا ہے تو بہت کچھ باقی رکھا ہے۔ اگر کچھ مصیبت میں مبتلا کیا ہے تو بہت دنوں عافیت میں بھی رکھا ہے۔ آج بھی ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ان اصولوں کی پابندی کی اشد ضرورت ہے اور اگر ہم نے درستی کی راہ پانی ہے اور جنت کو اپنا آخری ٹھکانہ بنانا ہے تو ہمیں صحیح معنوں میں ایمان، عمل صالح، تبلیغ اسلام اور صبر و تحمل کے اصولوں کو اپنانا چاہیے خدا ہم سب کو اپنے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اقوال زریں حضرت ابوبکر صدیقؓ

۱۔ عدل ہر ایک سے بہتر ہے لیکن امیروں سے بہتر تر ہے
۲۔ گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے مگر اس سے بچنا واجب تر ہے۔
۳۔ گناہ جوان کا برا ہے مگر بوڑھوں سے بدتر ہے۔
۴۔ شرم مردوں سے خوب ہے مگر عورتوں سے خوب تر ہے
۵۔ جسے رونے کی طاقت نہ ہو وہ رونے والوں پر رحم کیا کرے۔
۶۔ علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال فرعون و قارون وغیرہ کی
۷۔ بُروں کی صحبت نشینی سے تنہائی بدرجہا بہتر ہے۔ اور تنہائی سے اہل علم کی صحبت بہتر ہے۔
۸۔ عمل بغیر علم کے سقیم و بیمار ہے اور علم بغیر عمل کے بیکار ہے
۹۔ انسان ضعیف ہے، تعجب ہے کہ وہ خدائے قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔
۱۰۔ امیروں کا غرور کرنا برا ہے مگر محتاجوں کا غرور بدتر ہے

(عبدالجبار نادر [illegible] ضلع جھنگ)

بقیہ: حضرت عدیؓ بن حاتم طائی

وقت حق کو جانا جب لوگ دھوکہ دے رہے تھے اور تم اس وقت آئے جب لوگ پیٹھ پھیر رہے تھے۔ سب سے پہلا صدقہ جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے چہروں کو بشاش کیا وہ تمہارے قبیلے کا تھا۔

عدیؓ کو سخاوت و فیاضی ورثے میں ملی تھی۔ ان کا دروازہ ہر وقت ہر کسی کے لیے کھلا رہتا تھا ایک دفعہ کسی نے دیگیں مانگ بھیجیں، حضرت عدیؓ نے انہیں بھروا کر بھیجا۔ اس شخص نے کہلا بھیجا کہ میں نے تو خالی دیگیں مانگی تھیں۔ عدیؓ نے جواب دیا "میں ادھار بھی خالی دیگ نہیں دیا کرتا" ایک دفعہ ایک شاعر سالم بن دارہ نے آ کر کہا کہ میں نے آپ کی مدح میں اشعار کہے ہیں۔ عدیؓ نے کہا رک جاؤ۔ میں ذرا اپنے مال و اسباب کی تفصیل تمہیں بتا دوں اس کے بعد سنانا۔ میرے ہاں ایک ہزار دودھ دینے والے جانور، دو ہزار درہم، تین غلام اور ایک گھوڑا ہے۔ اس کے بعد شاعر نے قصیدہ مدحیہ پڑھا جو شخص ان کے رتبہ سے کم سوال کرتا اسے نہ دیتے تھے ایک دفعہ ایک شخص نے سو درہم کا سوال کیا اتنی کم رقم سن کر بولے میں حاتم کا بیٹا ہوں اور تم مجھ سے صرف ایک سو درہم مانگتے ہو۔ خدا کی قسم

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

مرکزی **انجمن خدام القرآن** لاہور

کے زیرِ اہتمام

پہلی سالانہ

قرآن کانفرنس

بمقام **ٹاؤن ہال لوئر مال لاہور**

بتاریخ

۱۴، ۱۵، ۱۶، دسمبر ۱۹۷۳ء، بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار

جس میں **عظمتِ قرآن** کے مختلف پہلوؤں کے علاوہ انشاء اللہ العزیز حسبِ ذیل عنوانات پر نشستیں منعقد ہوں گی

★ قرآن اور سنتِ رسول ★ قرآن اور سائنس ★ قرآن اور فکرِ جدید ★ قرآن اور علامہ اقبال

★ تدبرِ قرآن اور مولانا حمید الدین فراہی اور ★ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور قرآنِ حکیم

جن میں پاکستان کے مشاہیر علماء و دانشور اظہارِ خیال فرمائیں گے۔

افتتاحی اجلاس کی صدارت: جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی فرمائیں گے۔

تفصیلی پروگرام کا اعلان جلد کر دیا جائے گا۔ اصحابِ ذوق سے درخواست ہے کہ ابھی سے یہ تین دن اس کانفرنس کیلئے مخصوص فرمالیں

الداعی الی الخیر

ڈاکٹر اسرار احمد، صدر مؤسس، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۱۲- افغانی روڈ - سمن آباد - لاہور (فون ۶۸۲۳۵)